مسلسل اشاعت کے ۵۴ سال

ماہنامہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

لولاک

ملتان

Email: khatmenubuwwat@ymail.com

شمارہ:۱ جلد:۲۱ | محرم الحرام ۱۴۳۸ | اکتوبر 2016

- سیدنا عمر فاروقؓ کا یوم شہادت
- شہید کربلا... سیدنا امام حسینؓ
- تین بزرگوں کی رحلت
- ایک ہفتہ شیخ الہند کے دیس میں
- روشن ستارہ
- صاحبزادہ طارق محمودؒ... چند یادیں چند باتیں

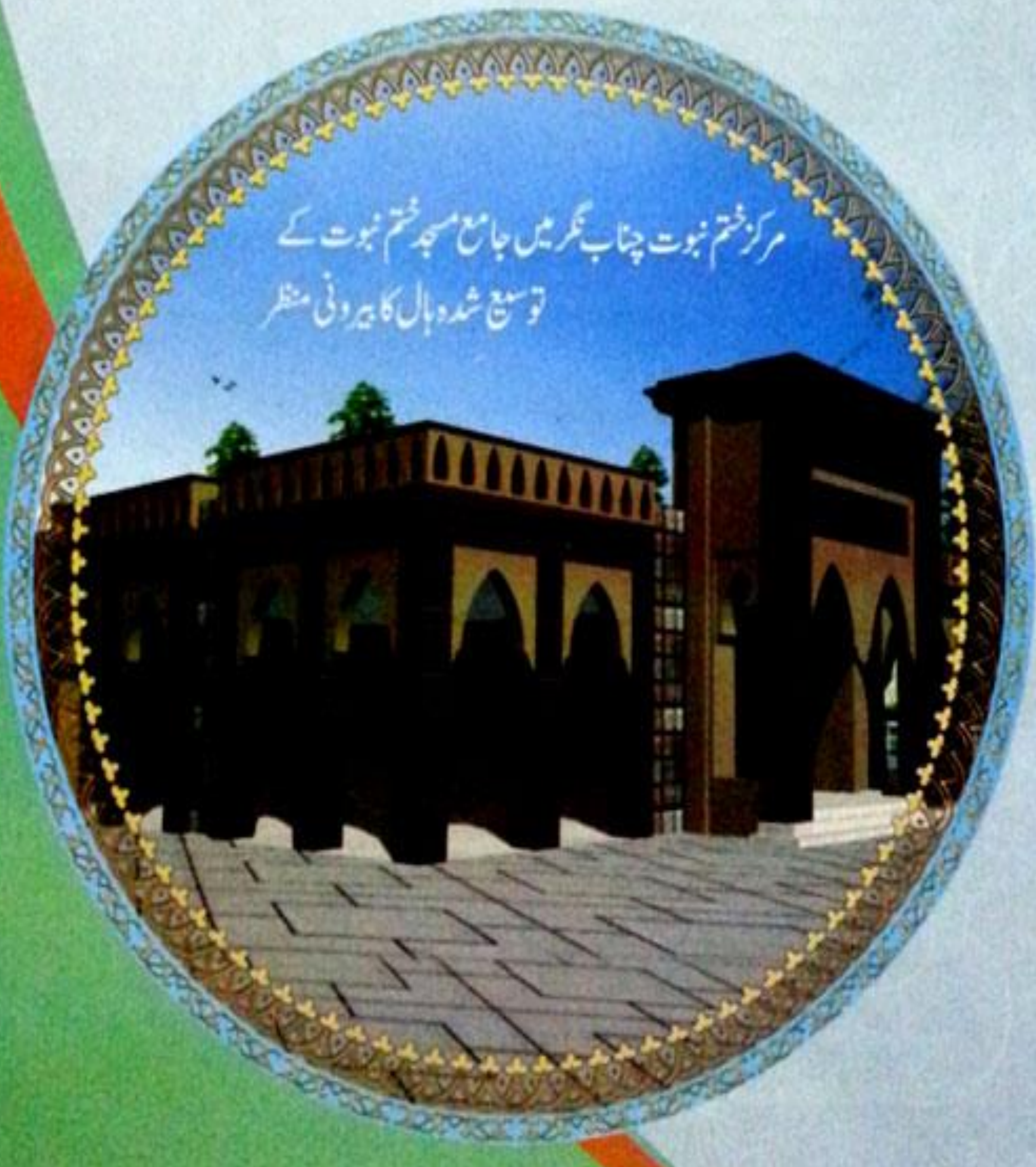

www.khatm-e-nubuwwat.com, www.lolaak.clickhere2.net, www.laulak.info

لولاک

ملتان

شمارہ: ۱ ○ جلد: ۲۱

بانی: مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا محمد ...

سرپرست: حضرت مولانا عبدالرزاق اسکندر

سرپرست: حضرت مولانا خواجہ ناصر الدین خاکوانی

نگران اعلیٰ: حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نگران: حضرت مولانا اللہ وسایا

چیف ایڈیٹر: حضرت مولانا عزیز احمد

حضرت مولانا مفتی محمد شہاب الدین پوپلزئی

ایڈیٹر: صاحبزادہ حافظ مبشر محمود

مرتب: مولانا عزیز الرحمن ثانی

کمپوزنگ: یوسف ہارون

مجلس مشاورت

[illegible]

مجلس منتظمہ

خواجہ ... الحاوی	مولانا محمد اسماعیل ...
مولانا بشیر احمد	حافظ محمد یوسف ...
مولانا محمد اکرم طوفانی	مولانا مفتی حفیظ الرحمن
مولانا فقیر ...	مولانا قاضی احسان احمد
مولانا عبدالرشید ...	مولانا محمد ...
مولانا غلام حسین	مولانا محمد ...
مولانا محمد اسحاق ساقی	مولانا محمد ...
مولانا غلام مصطفیٰ	... مصطفیٰ ...
چوہدری محمد اقبال	مولانا محمد ...
مولانا عبدالرزاق	

رابطہ: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

حضوری باغ روڈ، ملتان فون: 061-4783486

ناشر: عزیز احمد مطبع: ... ملتان مقام اشاعت: ... ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

کلمۃ الیوم

تین بزرگوں کی رحلت	مولانا اللہ وسایا	03
مولانا میاں محمد مختار عمرؒ	// //	03
مولانا احمد علی قصوریؒ	// //	03
مولانا احمد سعید لدھیانویؒ	// //	04

مقالات ومضامین

سیدنا عمر فاروقؓ کا یوم شہادت	محمد یعقوب آلائی	05
شہید کربلا......سیدنا امام حسینؓ	مولانا بشیر احمد پسروریؒ	10
اصحاب بدر کا اجمالی تعارف (قسط نمبر:17)	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی	15
آخرت کو یاد دلانے اور دنیا سے بے رغبت کرنے والے امور	مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختارؒ	18
افتتاحی درس بخاری سے مولانا محمد یوسف خان کے چند اقتباسات	مرسلہ: مولانا غلام رسول دین پوری	21
آخری وقت میں معافی	ماخوذاز: سنہرے فیصلے	29
تاریخ خلیفہ ابن خیاطؒ (قسط نمبر:6)	ترجمہ: مولانا غلام رسول دین پوری	33
ایک ہفتہ شیخ الہند کے دیس میں	ڈاکٹر قاری محمد طاہر	38
روشن ستارہ	محمد متین خالد	41

شخصیات

صاحبزادہ طارق محمودؒ......چند یادیں چند باتیں	محمد ندیم نواز بھلی	43

ردقادیانیت

ختم نبوت	مولانا کوثر نیازیؒ	48
قادیانیوں کی تفاسیر کا تنقیدی جائزہ	مولانا اللہ وسایا	51

متفرقات

تبصرۂ کتب	ادارہ	54
جماعتی سرگرمیاں	ادارہ	55

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلمۃ الیوم

تین بزرگوں کی رحلت!

مولانا میاں محمد مختار عمر رحمۃ اللہ علیہ ...... (وفات: ۲۵/اگست ۲۰۱۶ء مکہ مکرمہ)

پاکستان کے نامور عالم دین اور بزرگ رہنما حضرت مولانا محمد نافع رحمۃ اللہ علیہ جامعہ محمدی ضلع چنیوٹ کے بڑے صاحبزادے مولانا میاں محمد مختار عمر صاحب امسال ذوالقعدہ کے اواخر میں ہفتہ کے روز حج بیت اللہ شریف کی ادائیگی کے لئے مکہ مکرمہ حاضر ہوئے اور جمعرات کو مکہ مکرمہ میں ہی وصال فرمائے عالم آخرت ہوئے۔

اپنے تایا حضور حضرت محمد ذاکر رحمۃ اللہ علیہ محمدی شریف، والد گرامی مولانا نافع رحمۃ اللہ علیہ اور پروفیسر محمد متین ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ اپنے والد گرامی کی تالیفات وتصنیفات کے سلسلہ میں حوالہ جات کی تلاش، مسودہ جات کی تبییض میں مدد فرماتے تھے۔ والد گرامی کی زندگی میں ان کی تالیف ’’رحماء بینھم ‘‘ کے نام اور مناسبت سے ’’رحماء بینھم ‘‘ ٹرسٹ قائم کیا تھا۔ جس کے تحت بہت اہم منصوبوں پر کام کا آغاز کیا ہوا تھا۔ گزشتہ دنوں چناب نگر مدرسہ ختم نبوت میں دورۂ حدیث کا آغاز ہوا تو اس موقع پر تشریف لائے ہوئے تھے۔ زہے نصیب کہ مکہ مکرمہ کی دھرتی نے اپنے بطن میں ان کو سمولیا۔

مولانا احمد علی قصوری رحمۃ اللہ علیہ ...... (وفات ۲۹/اگست ۲۰۱۶ء)

بریلوی مکتب فکر کے نامور عالم دین مولانا احمد علی قصوری وصال فرماگئے۔ آپ شعلہ نوا خطیب تھے۔ آپ کی زندگی سراپا تحریک تھی۔ گفتگو بھرپور معلوماتی ہوتی۔ آپ جچے تلے انداز میں گفتگو سے سامعین کے دل موہ لیتے تھے۔ آپ نے جمعیۃ علماء پاکستان میں بھرپور کردار ادا کیا۔ پروفیسر طاہر القادری کی علماء منہاج القرآن میں متحرک رہے۔ آج کل آپ نے مرکز اہل سنت کے نام سے ادارہ قائم کر رکھا تھا۔ کارکنان تحریک پاکستان کے پلیٹ فارم سے بھی کام کیا۔ آپ اتحاد بین المسلمین کے داعی تھے۔ آپ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں بھرپور کردار ادا کیا۔ اس وقت آپ بھرپور جوان تھے۔ تحریک کے الاؤ کو روشن رکھنے کے لئے آپ نے دن رات ایک کردیا۔ اس وقت آل پارٹیز پنجاب مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے سربراہ مولانا عبیداللہ انور تھے۔ جناب بارک اللہ خان ایڈووکیٹ، مولانا قاری محمد اجمل خان، جناب علی غضنفر

کراروی اور مولانا احمد علی قصوری، مولانا عبیداللہ انور کے دست و بازو شمار ہوتے تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنما مولانا محمد شریف جالندھری اپنی اکثر مجالس میں فرمایا کرتے تھے کہ دیوبندی حضرات میں سے مولانا محمد ضیاء القاسمی، اہل حدیث حضرات میں سے علامہ احسان الٰہی ظہیر، شیعہ حضرات میں سے علامہ علی غضنفر کراروی اور بریلوی حضرات میں سے مولانا احمد علی قصوری پر مشتمل ٹیم کا کراچی سے پشاور تک ایک تبلیغی مربوط دورہ ہو جائے تو فرقہ واریت کے خاتمہ کے لئے بہت بڑی پاکستان کی خدمت ہوگی۔ مولانا احمد علی قصوری گزشتہ سال سالانہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں بھی تشریف لائے۔ بھرپور خطاب کیا۔ جسے تعلیم یافتہ طبقہ نے بہت پسند کیا۔ ان کی وفات سے اب یہ باتیں تاریخ کا حصہ رہ گئیں۔

مولانا احمد سعید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ ...... (وفات: ۲۲؍اگست ۲۰۱۶ء)

کل ہند مجلس احرار اسلام کے بانی رہنما رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے اور مدرسہ اشرف المدارس فیصل آباد کے بانی مولانا محمد یحییٰ لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ مولانا احمد سعید لدھیانوی بھی عازم آخرت ہوئے۔

مولانا احمد سعید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے فارغ التحصیل اور شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید تھے۔ آپ خاندانی پس منظر کے تحت عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی جو تحریک ہو پیش پیش ہوتے تھے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو خوب وجاہت نصیب کی تھی، بہادر اور دبنگ قسم کے انسان تھے۔ جرأت رندانہ کے علمبردار تھے۔ ۱۹۷۰ء میں جناب بھٹو مرحوم نے پاکستان پیپلز پارٹی قائم کی اور انقلاب کا نعرہ لگایا تو فیصل آباد سے جناب مختار رانا اور مولانا احمد سعید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ ان کے ہمراہ ہو گئے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں مولانا احمد سعید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں بھرپور کردار ادا کیا۔ ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ میں وہ قومی اتحاد کے پلیٹ فارم سے متحرک رہے۔ قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ وہ ایک روح مضطر کی طرح ہر ایک دینی تحریک میں پیش پیش ہوتے۔ آزاد طبع تھے۔ بہادر تھے۔ بات دوٹوک اور کھری سنانے کے عادی تھے۔ مزاج قلندرانہ تھا۔ بھرپور وجاہت و شکل و شباہت کے حوالہ سے آپ کو ''ببر شیر'' کہا جاتا تھا۔

آخری عمر لاہور میں فیروز پور روڈ پر ادارہ قائم کیا۔ وہاں خطابت کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ حضرت مولانا سید نفیس شاہ الحسینی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا تعلق تھا۔ آخری دنوں بیماری کے باعث ہسپتال میں لاہور داخل ہوئے۔ وقت موعود آیا تو رب کے حضور جا حاضر ہوئے۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ میں جنازہ ہوا۔ آپ کا جنازہ صوفی محمد دین خلیفہ مجاز حضرت نفیس شاہ صاحب نے پڑھایا۔ آپ گوشالہ قبرستان میں سپرد خاک ہوئے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یوم شہادت

محمد یعقوب آلائی

جن کے اسلام لانے کی خبر کفار پر صاعقہ موت بن کر گری اور مسلمانوں میں فرحت و مسرت کی لہر دوڑ گئی۔

حضرت ارقم بن ابی الارقم مخزومی رضی اللہ عنہ وہ عظیم المرتبت صحابی رسول ہیں جو ظہور اسلام کے ابتدائی دور میں رسول اکرم ﷺ کی دعوت اسلام پر لبیک کہتے ہوئے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ قبول اسلام کے بعد آپ نے کوہ صفا کے دامن میں واقع اپنا گھر حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں دینی تعلیمات سرانجام دینے کے لئے وقف کیا۔ دارارقم کے نام سے معروف اس مکان کو حضور ﷺ نے دعوت و تبلیغ اور تعلیمات الٰہیہ کے لئے بطور درسگاہ پسند فرمایا اور یوں روئے زمین پر تاریخ اسلام کا پہلا مدرسہ حجاز مقدس میں حضرت ارقم رضی اللہ عنہ کی رہائش گاہ پر قائم ہوا۔ لہٰذا اسی مکان میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمع ہو کر آغوش نبوت میں تربیت حاصل کیا کرتے تھے اور جس کسی نے اسلام قبول کرنا ہوتا وہیں جا کر مسلمان ہوتا۔ اس درسگاہ نبوت میں داخل ہو کر بہت سے بگڑے ہوئے انسان سدھرے اور سدھر کر ساری کائنات کے لئے آیہ رحمت بنے۔ اسی مرکز علوم اسلامیہ کے فیض یافتہ نفوس قدسیہ نے آگے چل کر شرق و غرب میں اسلام کا جھنڈا لہرایا اور اس دارالعلوم کے تربیت یافتہ باکمال رجال کار نے چاردانگ عالم میں نور ہدایت کی شمعیں روشن کیں اور اسی مکتب رسالت کی برکت سے آج بھی تعلیم و تربیت کے مراکز قائم ہیں اور ان شاء اللہ تا قیامت یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

بعثت نبوی کے چھٹے سال ایک دن رحمت دو عالم ﷺ دارارقم میں جلوہ افروز تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے خیالات مبارکہ سے مستفید ہونے کے لئے ہمہ تن گوش تھے کہ اچانک کسی نے دروازے پر دستک دی۔ درگاہ نبوت کے دربان نے جب باہر دیکھا تو عمر بن خطاب ہاتھ میں شمشیر برہنہ لئے ہوئے کھڑے ہیں۔ دربان نے فوراً حضور ﷺ سے عرض کیا کہ باہر عمر ننگی تلوار لے کر دروازے پر کھڑا ہے۔ حضور ﷺ نے دروازہ کھولنے اور عمر کو اندر آنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جو کچھ دن قبل مسلمان ہوئے تھے فرمانے لگے عمر کو اندر آنے دو۔ اگر ارادہ نیک ہے تو فبہا ورنہ اسی کی تلوار سے اس کا سر اڑا دیا جائے گا۔

جوں ہی عمر ابن خطاب نے قدم اندر رکھے حضور ﷺ نے پیش قدمی فرماتے ہوئے ان کے دامن کو پکڑ کر زور سے جھٹکتے ہوئے فرمایا کہ عمر! کیا اسلام کی مخالفت سے باز نہیں آئے گا؟ بس یہ الفاظ تھے کہ عمر پر

کپکپی طاری ہوئی اور نہایت عاجزی سے عرض کرنے لگے: ’’حضور میں ایمان لانے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔‘‘ یہ سنتے ہی رسول اقدس ﷺ نے فرط مسرت میں بلند آواز سے اللہ اکبر! فرمایا اور ساتھ ہی موجود تمام صحابہ کرام ؓ نے اس زور سے نعرہ تکبیر بلند کیا کہ مکہ کی وادیاں گونج اٹھیں۔

(یہاں بطور جملہ معترضہ اس بات کا تذکرہ فائدے سے خالی نہیں ہوگا کہ کسی غیر معمولی اور خوش کن بات کو سننے کے وقت نعرۂ تکبیر اللہ اکبر کہنا سنت نبی ہے۔ جب کہ اس کے علاوہ بعض وقتی اور اختراعی نعرے یا تو انسان کو خود پسندی اور تکبر میں مبتلا کر دیتے ہیں یا وہ فتنہ وفساد اور قتل وغارت کا موجب بنتے ہیں۔ حالات نے ثابت کر دیا ہے کہ آتش حسد وبغض سے بھرے ہوئے ان نعروں نے ملک وملت کو جو نقصان پہنچایا ہے اس کا تدارک اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔)

حضرت عمر فاروق ؓ اسلام لانے کے بعد سب سے پہلے اپنی اس نئی نظریاتی وابستگی کا اظہار ایک ایسے شخص کے سامنے بھی کرنا چاہتے تھے جو رشتہ میں ان کا ماموں تھا جس کا نام عمرو بن ہشام تھا۔ مگر مکہ کے لوگ اسے ابوالحکم کہا کرتے تھے۔ جب کہ حضور ﷺ نے اسے ’’فرعون ھذہ الامۃ‘‘ کے لقب سے ملقب کیا تھا جس کو تاریخ ابوجہل کے نام سے یاد کرتی ہے۔ چنانچہ حضرت عمر ؓ سیدھے ابوجہل کے گھر پہنچے۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ آستانہ جہالت کا سجادہ نشین باہر آیا۔ اھلاً وسھلاً مرحبا کہنے کے بعد آنے کی وجہ دریافت کی۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا۔ الحمدللہ! میں مسلمان ہوگیا ہوں اور محمد ﷺ کو اللہ کا رسول مانتا ہوں۔ یہ سنتے ہی ابوجہل کے چھکے چھوٹ گئے اور وہ جل بھن کر خاموش اندر داخل ہوا۔

حضرت عمر ؓ کے اسلام لانے کی خبر مشرکین پر صاعقۂ موت بن کر گری اور ان کی صفوں میں کھلبلی مچ گئی۔ جب کہ دوسری طرف مسلمانوں میں فرحت وسرور کی لہر دوڑ گئی۔ کیونکہ اس سے قبل وہ اپنے مذہبی فرائض کو اعلانیہ بجا نہیں لا سکتے تھے اور نہ ہی وہ اپنی دینی وابستگی کا اظہار برملا کر سکتے تھے اور اب وہ جری وبہادر ہوکر خود کو علی الاعلان مسلمان ظاہر کرنے لگے اور بلا روک ٹوک بیت اللہ شریف میں نمازیں پڑھنے لگے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود ؓ فرماتے ہیں: ’’فلما اسلم عمر ؓ قاتل قریشا حتی صلی عند الکعبۃ وصلینا معہ ‘‘جب عمر ؓ مسلمان ہوئے تو خانہ کعبہ میں نماز ادا کرنے کے لئے قریش سے لڑے۔ یہاں تک کہ ہم سب نے کعبہ میں نماز پڑھی۔

حضرت عبداللہ ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ جس دن حضرت عمر ؓ مسلمان ہوئے اسی روز یہ آیت کریمہ: ’’یاایھا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المؤمنین ‘‘﴿اے پیغمبر آپ کے لئے اللہ پاک اور آپ کے پیروکار مؤمنین ہی کافی ہیں﴾ نازل ہوئی۔

حضرت عمر ؓ دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد جوں جوں اخلاص وللّٰہیت، ایثار وقربانی،

جرأت و بہادر، حق گوئی و بے باکی کے اعلیٰ منازل طے کرتے گئے۔ ایسے ہی وہ دربار رسالت میں قرب حاصل کرتے گئے اور مختلف اوقات میں زبان نبوت سے القابات و اعزازت سے مشرف ہوتے رہے۔ آپ کے متعلق حضور اقدس ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو وہ عمرؓ ہی ہوتا۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا: عمر! واللہ جس راستے سے تم جاؤ گے شیطان اس راستے کا کبھی بھی سامنا نہیں کرے گا۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ رحم کرے عمرؓ پر حق بات کہتے ہیں خواہ کتنی ہی تلخ کیوں نہ ہو۔ ایک موقع پر رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ آسمان کا ہر فرشتہ عمرؓ کا احترام کرتا ہے اور زمین کا ہر شیطان اس سے ڈرتا ہے۔

آپ ہی کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا: ’’انت الفاروق بین الحق والباطل‘‘ ﴿عمرؓ آپ تو حق و باطل کے درمیان حد فاصل ہیں۔﴾ اور یوں آپ کو زبان نبوت سے فاروق کا عظیم لقب نصیب ہوا اور جب مختلف مواقع پر حضرت عمرؓ کی صائب الرائے پر کلام مقدس نے مہر تصدیق ثبت فرمائی تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ’’انت لسان اللہ یا عمرؓ‘‘ ﴿اے عمرؓ آپ تو خدا کی زبان ہیں۔﴾

الغرض ایمانی حسن و زیبائش و دیگر فضائل و مناقب نے حضرت عمرؓ کو جماعت صحابہ میں ممتاز حیثیت کا مالک بنادیا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰؓ کے فرزندی وقار اور جلیل القدر تابعی حضرت محمد بن حنفیہؒ فرماتے ہیں: ’’قلت لابی ای الناس خیر بعد النبی ﷺ قال ابوبکرؓ قلت ثم من قال عمرؓ‘‘ میں نے اپنے والد محترم حضرت علیؓ سے پوچھا کہ حضور ﷺ کے بعد لوگوں میں کون سا شخص افضل ہے تو فرمایا: ابوبکرؓ۔ میں نے کہا ان کے بعد کون افضل ہے؟ تو فرمایا عمرؓ۔

اعلویت و اولویت کے ان ہی اسباب و علل کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی حیات میں اکابر صحابہ سے مشاورت کرنے کے بعد حضرت عمرؓ کو منصب خلافت کے لئے منتخب فرمایا اور اپنی زندگی کے آخری دن قبل الوفات سخت بیماری کی حالت میں صدیق اکبرؓ نے حضرت عثمانؓ سے درج ذیل وصیت نامہ لکھوایا:

’’یہ وہ عہد ہے جو ابوبکرؓ خلیفۂ رسول اللہ ﷺ نے اس وقت کیا ہے جب ان کا آخری وقت دنیا میں اور اوّل وقت آخرت کا ہے۔ میں نے تم لوگوں پر عمر ابن خطاب کو خلیفہ مقرر کیا ہے اور میں نے تم لوگوں کی بھلائی اور بہتری میں کوتاہی نہیں کی۔ پس اگر عمرؓ نے صبر و عدل سے کام لیا تو یہ میری اس کے ساتھ واقفیت تھی اور اگر برائی کی تو مجھ کو غیب کا علم نہیں ہے اور میں نے تو بہتری و بھلائی کا قصد کیا ہے اور ہر شخص کو اپنے نتائج اعمال سے سابقہ پڑتا ہے۔ ’’وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون‘‘ جنہوں نے ظلم کیا ہے عنقریب دیکھ لیں گے کہ کس پہلو پر پھر جاتے ہیں۔‘‘ (تاریخ اسلام مصنفہ اکبر شاہ خان نجیب آبادی)

حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی وفات کے ایک دن بعد تمام مسلمانوں نے بلااختلاف فاروق اعظم ؓ کے ہاتھ پر بیعت کی اور یوں ۲۳ رجمادی الثانی ۱۳ ہجری کو مسند خلافت پر فائز ہوئے۔ ویسے تو امور مملکت کو چلانے کے لئے نظام حکومت یا نظام خلافت کی بنیاد حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے رکھی اور اپنے دوسالہ دور خلافت میں اگرچہ بڑے اہم کارنامے سرانجام دیئے۔ مگر یہ دور اتنا مختصر تھا کہ مملکت کو چلانے کے لے ایک مکمل نظام وضع نہ ہوسکا۔

حضرت عمر ؓ جب خلیفہ مقرر ہوئے تو ایک طرف انہوں نے فتوحات کو وسعت دی۔ حتیٰ کہ روم وفارس جیسی سلطنتیں مسلمانوں کے قبضے میں آئیں اور دوسری طرف امور سلطنت کو چلانے کے لئے ایک ایسا جامع نظام قائم کیا کہ حکومت سے متعلقہ مختلف شعبے وجود میں لائے گئے۔ گویا ریاستی امور کو بحسن وخوبی سرانجام دینے کے لئے حضرت عمر ؓ پہلے دستور ساز خلیفہ تھے جنہوں نے تاقیامت امت مسلمہ کے لئے قوانین حکومت وضع فرمائے۔ ان قوانین واصول کو وضع کرتے وقت حضرت عمر ؓ نے خالصتاً جمہوری انداز اختیار کیا۔ کوئی بھی فیصلہ شخصی اور آمرانہ طرز پر نہیں کیا۔ بلکہ تمام امور کو طے کرنے کے لئے عام مشاورت ہوا کرتی تھی اور اس جمہوری طرز کو اپنانے کے لئے قانون بھی آپ نے خود وضع کیا تھا۔ چنانچہ آپ کا فرمان تھا کہ:”لا خلافۃ الا عن مشورۃ“”مشورے کے بغیر خلافت سرے سے جائز ہی نہیں۔

نظام حکومت میں جمہوری عمل دخل کو بڑھانے اور شخصی اختیارات کو کم کرنے کے لئے حضرت عمر ؓ نے تین مجلسیں تشکیل دی تھیں۔ شوریٰ عام، شوریٰ خاص، شوریٰ خاص الخاص۔ مدینہ میں مقیم تمام انصار ومہاجرین شوریٰ عام کے ممبر تھے۔ جب کوئی غیر معمولی اور نہایت اہم مسئلہ درپیش ہوتا تو ان حضرات کو طلب کیا جاتا اور بحث طلب امور پر رائے لی جاتی تھی۔ بسااوقات کئی دنوں تک اس قسم کا اجلاس جاری رہتا تھا۔ شوریٰ خاص کے ممبر صرف مہاجرین صحابہ کرام ؓ تھے۔ ان کے ساتھ روزانہ مسجد نبوی میں غور طلب معاملات پر گفتگو ہوا کرتی تھی اور رائے لی جاتی تھی۔ جب کہ تیسری شوریٰ خاص الخاص میں انصار ومہاجرین کے چیدہ چیدہ فقیہ ومجتہد اور جلیل القدر صائب الرائے صحابہ ؓ شامل تھے۔

مثلاً حضرت عثمان ؓ، حضرت علی ؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوف ؓ، حضرت معاذ بن جبل ؓ، حضرت ابی بن کعب ؓ اور حضرت زید بن ثابت ؓ۔ ان حضرات سے امیر المومنین روزمرہ امور میں مشورہ فرمایا کرتے تھے۔ ان تینوں مجالس کے ممبران رائے دینے میں مکمل آزاد اور خودمختار ہوا کرتے تھے۔ ان حضرات کے علاوہ عام آدمی کو بھی انتظامی امور میں حق مداخلت حاصل تھا۔ اضلاع وصوبوں میں حاکم اکثر عوامی خواہشات کے مطابق مقرر وبرطرف کئے جاتے تھے۔ اس طرز جمہوری کا فائدہ یہ ہوا کہ ہر شخص اپنے آپ کو اس نظام سے منسلک تصور کرتا تھا اور وہ اپنے حقوق کو حاصل کرنے کے لئے

نہایت آزادی کے ساتھ آواز بلند کیا کرتا تھا۔ بلکہ بسا اوقات بعض کاموں پر امیر المؤمنین کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا جاتا تھا۔

مثلاً جب حضرت خالد بن ولیدؓ کو معزول کیا گیا تو ایک شخص نے حضرت عمرؓ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: ”واللہ ما عدلت یا عمر لقد نزعت عاملاً استعملہ رسول اللہ وغمدت سیفاً سلہ رسول اللہ ولقد قطعت الرحم وحسدت ابن العم“ (اے عمرؓ خدا کی قسم تو نے انصاف نہیں کیا تو نے رسول اللہ ﷺ کے عامل کو برطرف کر دیا تو نے رسول اللہ ﷺ کے سیف بے نیام کو نیام میں ڈال دیا۔ تو نے نہیں رحم کیا۔ تو نے اپنے چچازاد بھائی پر حسد کیا)

اتنی مکمل آزادی کے باوجود پوری مملکت اسلامیہ میں ہر طرف امن وامان اور اطمینان وسکون چھایا ہوا تھا۔ مخالفت وسرکشی بغاوت وحکم عدولی کا نام ونشان تک نہ تھا۔ چونکہ امیر وغریب، شریف ورذیل، اپنے اور بیگانے کو یکساں مساویانہ حقوق حاصل تھے۔ نیز ظلم وناانصافی کا یکسر خاتمہ ہو چکا تھا اور تمام بنیادی حقوق میسر تھے۔ اس لئے ہر شخص اطاعت وفرماں برادری، سچائی اور خلوص کا مظہر تھا اور ایسی ہی حکومت وخلافت زمین والوں کے لئے سایہ خداوندی ثابت ہوتی ہے۔ آج بھی اگر حکمران اپنے آپ کو معاشرہ کا ایک فرد تصور کرتے اور حکومت وسلطنت کو امانت خداوندی سمجھتے ہوئے اصول عدل ومساوات کو اپنا زیور بنائے تو معاشرہ وہ تشکیل پائے گا جو حضرت عمرؓ کے دور میں تشکیل پایا تھا۔

یکم محرم الحرام کو جو فاروق اعظم کا یوم شہادت اور نئے سن ہجری کا پہلا دن ہے تو اس دن ہمیں یہ عزم کرنا چاہئے کہ ملکی نظام کو قرآن وسنت کے سانچے میں ڈھالنے اور دور فاروقی کی یاد تازہ کرنے کے لئے بھرپور جدوجہد کریں گے۔ وباللہ التوفیق!

ضروری اعلان

حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ کے قلم سے ایسے ۹۴۴ نفوسِ قدسیہ کا تذکرہ وسوانح، حالات و حکایات جنہوں نے عقیدۂ ختم نبوت کے لئے خدمات سرانجام دیں ”چمنستانِ ختم نبوت کے گلہائے رنگارنگ“ کے نام سے تین ضخیم جلدوں میں چھپ چکی ہے جسے الحمدللہ! اہل علم نے خوب سراہا ہے۔

اس خوبصورت گلدستہ کی چوتھی جلد زیر ترتیب ہے۔ قارئین سے التماس ہے کہ جن مشائخ اور اکابر کا تذکرہ شامل اشاعت نہیں ہو سکا۔ ان کی تاریخ وفات مختصر حالات اور ختم نبوت کے محاذ پر ان کی خدمات پر مشتمل تذکرہ جلد از جلد ہمیں ارسال کر دیا جائے۔ تاکہ ان عاشقان مصطفی ﷺ کو ان قافلہ میں شامل کیا جا سکے۔ حافظ محمد انس ...... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

شہید کربلا ...... سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

مولانا بشیر احمد پسروری رحمۃ اللہ علیہ

امام عالی مقام کا نام ونسب

سیدنا امام حسینؓ بن سیدنا علیؓ بن ابی طالب قرشی ہاشمی والدہ محترمہ کا نام سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ تھا۔

ولادت باسعادت

حضرت امام حسینؓ شعبان ۴ھ ہجری کی چوتھی یا پانچویں تاریخ کو پیدا ہوئے۔ آپ امام حسنؓ کی ولادت کے دس ماہ دس دن بعد پیدا ہوئے۔

خبر ولادت پر امام الانبیاء کی مسرت وشادمانی

آپ ﷺ ولادت باسعادت کی خبر سن کر حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کے گھر تشریف لے گئے اور مولود مسعود کو اپنے آغوش محبت وشفقت میں لے کر اپنی زبان مبارک ان کے دہن مبارک میں رکھ دی۔ بعد ازاں دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت فرمائی۔

عقیقہ اور ختنہ

ولادت کے ساتویں دن نام رکھا گیا اور عقیقہ کے لئے ایک مینڈھا ذبح کیا گیا۔ سر کے بال مبارک منڈا کر ان کے وزن کے برابر چاندی فی سبیل اللہ دے دی گئی اور اسی دن ختنہ کرایا گیا۔

ایام طفولیت ورضاعت

حضرت امام حسینؓ نے حضرت سیدۃ النساءؓ کے علاوہ حضرت ام الفضلؓ، رسول اللہ ﷺ کی چچی صاحبہ کا دودھ بھی پیا تھا اور ان کے آغوش کو بھی باعث رشک نساء العالمین بنایا۔

خواب کا واقعہ

حضرت ام الفضلؓ نے دیکھا کہ افضل الانبیاء ﷺ کے جسم مبارک سے گوشت کا ٹکڑا جدا ہو کر میری گود میں آپڑا ہے۔ اس خواب سے ان کے دل میں وحشت اور ملال پیدا ہوا۔ حضرت ام الفضلؓ نے یہ خواب آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بیان کیا۔ خیر الورائی شافع یوم جزاء حضرت محمد مصطفی ﷺ نے فرمایا کہ خواب بہت اچھا ہے۔ فاطمہؓ کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا اور تیری گود کی زینت کا باعث ہوگا۔

فضائل حضرت امام عالی مقام

یوں تو حضرت امام حسینؓ فضائل اور بزرگی کی مجسم تصویر ہیں۔ ان کی زندگی کا ہر پہلو سورج کی شعاعوں کی طرح روشن اور منور ہے۔ لیکن اس وقت ہم برکت حاصل کرنے کے لئے کچھ فضائل وکمالات بیان کئے دیتے ہیں۔ سب سے بڑی اور سب سے پہلی عظمت یہ ہے کہ خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ کے محبوب ترین نور نظر ہیں۔ اس کے علاوہ سخاوت، شجاعت، دکھیوں سے ہمدردی غریبوں کی اعانت غلطی کرنے والوں سے عفو اور خدمت خلق و دیگر صفات عالیہ میں جناب کا مقام بہت بلند تھا۔

امام حسینؓ آپ ﷺ کی نظر میں

آنحضرت ﷺ کو امام حسینؓ سے بہت زیادہ محبت تھی۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے: ’’یا اللہ مجھے حسین سے محبت ہے تو بھی حسین سے محبت کر اور جو شخص حسین سے محبت کرے تو بھی اس سے محبت کر۔‘‘

بیعت حضرت امام حسینؓ

آنحضرت ﷺ نے جن حضرات، حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ، عبداللہؓ، عباسؓ، عبداللہ بن جعفرؓ سے بیعت لی تو یہ سب سے کم سن تھے۔ گویا امام حسینؓ اپنے بچپن ہی میں آنحضرت ﷺ کے دست مبارک پر بیعت ہو چکے تھے۔ (اصابہ ج۸ ص۱۶۷)

عمر مبارک

جس وقت رسول اکرم ﷺ فرض رسالت ادا فرما چکے تو مشیت ایزدی اور نوشتہ ازلی کے مطابق بارگاہ الٰہی میں تشریف لے گئے تو امام حسینؓ کی عمر سات برس کی تھی اور حضرت علیؓ کی وفات کے وقت آپ کی عمر سینتیس برس اور امام حسنؓ کی شہادت کے وقت سینتالیس برس کی تھی۔ میدان کربلا کے معرکہ حق وباطل میں شہادت عظمیٰ کا مرتبہ پاتے وقت آپ کی عمر اٹھاون برس کی تھی۔

پہلی خلافت

حضرت ابوبکر صدیقؓ کو امام حسینؓ سے کمال درجہ کی محبت تھی۔ اسی رشتہ، قرابت نبوی کے باعث امام حسینؓ سے کمال محبت کے ساتھ امتیازی سلوک فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نماز سے فارغ ہو کر مسجد سے باہر تشریف لائے۔ اس وقت امام حسینؓ کھیل رہے تھے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے امام حسینؓ کو آغوش میں لے کر کہا کہ یہ اپنی شکل وصورت میں رسول اکرم ﷺ سے ملتے جلتے ہیں۔ حضرت علیؓ کے مشابہ نہیں۔ حضرت علیؓ سن کر مسکراتے رہے۔

دوسری خلافت

حضرت امیر عمرؓ بھی امام حسینؓ کے ساتھ خاص انتہائی محبت اور حسن سلوک فرمایا کرتے تھے۔

حضرت عمرؓ کا امام حسینؓ سے فیاضانہ سلوک

ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے جب مال غنیمت تقسیم فرمایا تو اپنے فرزند حضرت عبداللہؓ کو صرف ایک ہزار لیکن حضرت امام حسینؓ کو دس ہزار روپیہ عنایت فرمایا۔ اس موقعہ پر حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ نے دریافت کیا کہ اسلامی خدمات تو میری زیادہ ہیں۔ لیکن مال غنیمت حضرت حسینؓ کو مجھ سے زیادہ دیا گیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے عبداللہ! حضرت حسینؓ بہت افضل ہیں۔ اس لئے کہ ان کے نانا جان ﷺ ساری کائنات سے افضل ہیں۔ ان کی والدہ ماجدہ خاتون جنت دنیا بھر کی عورتوں کی سردار ہیں۔ ان کی تین خالہ جات تیری خالہ جات سے افضل ہیں۔ ان کے ماموں تیرے ماموں سے افضل ہیں۔ غرض حضرت امام حسینؓ ہر لحاظ سے تجھ سے افضل ہیں۔ اس لئے ان کو تجھ سے زیادہ وظیفہ دیا ہے۔

ماہنامہ وظیفہ

خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ نے جب ماہانہ وظائف مقرر فرمائے تو اہل بدر کے برابر حضرت امام حسینؓ کا وظیفہ بھی پانچ ہزار روپیہ ماہوار مقرر فرمایا۔

یمنی لباس

ایک دفعہ صوبہ یمن سے بہت سے کپڑے آئے جو باشندگان مدینہ منورہ میں تقسیم کئے گئے۔ ہر ایک نے اپنا اپنا لباس زیب تن کیا۔ لیکن سوء اتفاق سے ان میں کوئی جوڑا حضرت امام حسینؓ کے جسم اطہر پر پورا نہ اترا۔ اس سے حضرت عمرؓ کے دل کو بہت زیادہ قلق اور رنج ہوا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے دل کی تسکین کے لئے حضرت امام حسینؓ کا ماپ لے کر والئ یمن کو بھیجا کہ ایک جوڑا نہایت جلدی تیار کر کے روانہ کریں۔ والئ یمن نے فوراً حکم کے مطابق جوڑا تیار کر کے روانہ کر دیا۔ وہ جوڑا حضرت امیر عمرؓ نے حضرت حسینؓ کو پہنایا تب دل کو چین آیا۔

نوٹ: غور کا مقام ہے کہ صحابہ کرامؓ، آل نبی ﷺ اولاد علیؓ کے ساتھ کس طرح حسن سلوک اور محبت سے فیاضانہ سلوک کرتے تھے۔

تیسری خلافت

سیدنا حضرت عثمانؓ سے اجازت لے کر عبداللہ بن ابی سرحؓ نے ایک لشکر جرار لے کر افریقہ پر حملہ

کیا۔اس فوج میں جہاں اور صحابہ کرامؓ شریک تھے۔ان مقدسین میں حضرت امام حسینؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن زبیرؓ، حضرت عبداللہ بن جعفر طیارؓ، حضرت عمرو بن العاصؓ بھی شریک جہاد تھے۔

افریقہ کی لڑائی میں عظیم الشان فتح

اس حملہ کی داستان بہت طویل وعریض ہے۔لیکن مختصر طور پر چند سطور میں دوران جنگ کے حالات پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔عین اس وقت جس وقت فریقین پورے جوش وخروش کا اظہار کر رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اسلامی لشکر کے امیر عبداللہ بن ابی سرحؓ کی عدم موجودگی کے متعلق دریافت کیا۔ جس کے جواب میں کہا گیا کہ عبداللہ بن ابی سراحؓ چند وجوہ کی بناء پر لڑائی میں حصہ نہیں لے رہے۔جس میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ اس ملک کے بادشاہ رجرڈ نے اس آدمی کو ایک لاکھ دینار بطور انعام دینے کا اعلان کیا ہے کہ جو عبداللہ بن ابی سرحؓ کا سر کاٹ کے اس کے پاس پہنچا دے۔مزید برآں رجرڈ حاکم افریقہ نے قاتل عبداللہ بن ابی سرحؓ کے ساتھ اپنی لڑکی کے نکاح کرا دینے کا اعلان کیا ہے۔حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے کہا کہ ادھر سے بھی اعلان کردو کہ جو شخص رجرڈ کا سر کاٹ کر لائے گا اس کو ان کے ذاتی حصہ کے علاوہ ایک لاکھ دینار بطور انعام مال غنیمت میں سے دیا جائے گا اور نہ صرف رجرڈ کی لڑکی کا عقد ہی اس سے منعقد ہوگا۔بلکہ اسے ملک کا حاکم اعلیٰ (گورنر) بھی بنا دیا جائے گا۔یہ اعلان جونہی رجرڈ کے کانوں پر پہنچا نہایت ہی خوفزدہ اور بے حواس ہوا۔بادشاہ کی بدحواسی ہی تمام لشکر کے لئے حوصلہ شکن اور شکست کا باعث بنی۔رجرڈ عبداللہ بن زبیرؓ کے ہاتھوں قتل ہوا۔جب مال غنیمت تقسیم ہوا تو ہر فوجی سوار کو تین ہزار اور ہر پیادہ کو ایک ہزار دینار حصہ میں ملے۔اس محاذ جنگ میں حضرت امام حسینؓ نے حضرت عثمانؓ کے مقرر کردہ امیر عبداللہ بن ابی سرحؓ کی زیر سرکردگی شجاعت اور بہادری کے جوہر دکھائے۔علاوہ ازیں مغربی ممالک کی فتوحات میں حضرت امام حسینؓ شریک جہاد رہے۔

طبرستان کی لڑائی

حضرت سعید بن عاصؓ نے طبرستان پر یورش کی۔اس جنگ میں بھی سیدنا امام حسنؓ وسیدنا امام حسینؓ اور سیدنا حضرت عبداللہ بن عمرؓ دیگر صحابہ کرامؓ کے ساتھ شریک ہوئے۔غرض تیسری خلافت میں سیدنا حضرت امام حسینؓ نے ملکی نظام میں حصہ لے کر بڑے بڑے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے اور ملکی فتوحات میں قابل قدر بلکہ باعث فخر خدمات سرانجام دیں۔

چوتھی خلافت

سیدنا حضرت عثمانؓ کی مظلومانہ شہادت کے بعد سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ منصب خلافت پر رونق

افروز ہوئے۔ سیدنا حضرت امام حسینؓ نے اپنے والد ماجد کے عہد خلافت میں جنگ جمل اور صفین اور خوارج کی لڑائیوں میں برابر کا حصہ لیا۔ عظیم الشان خدمات سرانجام دیں۔

حسن اخلاق کا بے نظیر نمونہ

سیدنا حضرت علیؓ کی عادت تھی کہ لڑائی میں جہاں خطرہ نظر آتا۔ وہاں حضرت حسینؓ کو نہیں بلکہ حضرت محمد بن حنفیہؒ کو بھیجتے رہتے تھے۔ حنفیہؒ تو آگے بڑھ جاتے تھے۔ کسی نے حضرت محمد بن حنفیہؒ سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ کے والد ماجد لڑائی میں خطرہ کے موقع پر حضرت حسینؓ کو نہیں بڑھنے دیتے۔ بلکہ آپ کو مقابلہ کے لئے آگے بڑھاتے ہیں۔ حضرت محمد بن حنفیہؒ نے جواب دیا کہ حضرت حسنؓ اور حسینؓ ان کی آنکھیں اور میں ان کا ہاتھ ہوں۔ آنکھوں کی حفاظت ہاتھوں ہی سے ہوسکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میرے والد محترم جنگ کے میدان میں مجھے ہی خطرہ کی جگہ روانہ کرتے ہیں۔

درس قرآن بعنوان ختم نبوت کہروڑ پکا

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کہروڑ پکا کے زیر اہتمام ماہانہ درس قرآن بعنوان ختم نبوت ۷ راگست بروز منگل بعد نماز مغرب جامع مسجد تالاب والی چوک بخاری کہروڑ پکا میں منعقد ہوا۔ جس کی صدارت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کہروڑ پکا کے امیر حضرت مولانا غلام محمد مدظلہ فرما رہے تھے۔ درس کا آغاز قرآن پاک کی تلاوت سے ہوا۔ تلاوت قرآن پاک کے بعد مولانا منیر احمد ریحان نے ختم نبوت کی اہمیت کو بیان فرماتے ہوئے یہ اعلان فرمایا کہ ماہانہ درس قرآن دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کہروڑ پکا کی بجائے آئندہ ہر شمسی ماہ کی پہلی اتوار کو شہر کی مختلف مساجد میں منعقد ہوا کرے گا۔ آئندہ ماہانہ درس قرآن بعنوان ختم نبوت جامع مسجد خالد بن ولیدؓ میں حضرت مولانا منیر احمد منور مدظلہ کہروڑ پکا ارشاد فرمائیں گے۔ ان کے بیان کے بعد جامعہ باب العلوم کے ایک ننھے منھے طالب علم نے خوبصورت آواز و انداز میں ہدیہ نعت رسول مقبول ﷺ پیش کیا۔ بعد ازاں مجلس کے مبلغ مولانا محمد وسیم اسلم نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری ؒ سے لے کر حکیم العصر مولانا عبدالمجید لدھیانوی ؒ تک تمام امراء مجلس کی قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے اہل کہروڑ پکا سے مشن لدھیانوی ؒ کو زندہ رکھنا کا عہد لیا اور آخر میں بہاولپور سے تشریف لائے ہوئے خصوصی مہمان عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بہاولپور ڈویژن کے مبلغ مولانا محمد اسحاق ساقی نے ایمان افروز خطاب فرمایا۔ پروگرام میں شہر بھر کے علماء سیاسی سماجی کارکنان کے علاوہ کثیر تعداد نے شرکت کی۔ پروگرام کا اختتام حضرت مولانا غلام محمد کی دعا سے ہوا۔

اصحاب بدر کا اجمالی تعارف

قسط نمبر:17

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

۱۶۱......عباد بن بشر بن وقش الاشہلی الاوسیؓ

عباد سرور دو عالم ﷺ کے باہمت صحابہ کرامؓ میں سے تھے۔ حضرت مصعب ابن عمیرؓ کے ہاتھ پر مدینہ طیبہ میں مسلمان ہوئے۔ حضرت اسید بن جعفرؓ اور سعد بن معاذؓ سے پہلے اسلام لائے۔ حضور ﷺ نے ان کی مواخات حضرت ابوحذیفہؓ بن عتبہؓ سے کرائی۔ آپ سرور دو عالم ﷺ کے ساتھ بدر، احد سمیت تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ عباد ان حضرات میں سے ہیں جنہوں نے مشہور گستاخ رسول ﷺ کعب بن اشرف یہودی کو قتل کیا تھا۔ حضور ﷺ انہیں مختلف قبائل سے صدقات وصول کرنے کے لئے بھیجا کرتے تھے۔ انہیں غزوہ حنین کے مال غنیمت تقسیم کرنے کی ڈیوٹی سپرد فرمائی۔ آپ کو غزوہ تبوک کی چوکیداری بھی مرحمت فرمائی۔ نیز آپ ان دو حضرات میں سے ہیں جو سرور دو عالم ﷺ سے اندھیری رات کے وقت جدا ہوئے تو ان کی چھڑی بیٹری اور تارچ کا کام دینے لگی اور جب ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو دوسرے کی چھڑی چمک اٹھی۔ آپ ۱۲ ہجری میں جنگ یمامہ کے موقع پر شہید ہوئے۔ (اسد الغابہ ۳،۱۴۸)

۱۶۲......عباد بن خشخاش ابن عمرو الخزرجیؓ

آنجناب غزوہ بدر و احد میں شریک ہوئے اور جنگ احد میں شہید ہوئے۔ آپ ابن زیاد، نعمان بن مالک کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کئے گئے۔

۱۶۳......عباد بن قیس بن عامر ابن زرین الانصاری الزرقیؓ

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ عباد بن قیس بیعت عقبہ اور بدر میں شریک ہوئے۔ (الاصابہ ۲/۲۶۸)

۱۶۴......عباد بن قیس ابن عبشہ الخزرجیؓ

آنجناب اپنے بھائی سبیع بن قیس کے ساتھ غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور غزوہ موتہ میں جام شہادت نوش فرمایا۔ آپ ان بہتر حضرات میں سے ہیں جو بیعت عقبہ میں شامل تھے۔ (طبقات ابن سعد ۳/۵۹۴)

۱۶۵......عبادۃ ابن الصامت ابن قیس الخزرجیؓ

آپ کو ابوالولید نے متقین میں لکھا ہے۔ آپ ستر انصاریوں کے ساتھ بیعت عقبہ میں شامل

ہوئے۔ رحمت عالم ﷺ نے آپ کی ابوالمرثد الغنوئیؓ کے ساتھ مواخات فرمائی۔ آپ اپنے بھائی اوس بن الصامتؓ کے ساتھ غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔ نیز غزوہ احد سمیت تمام غزوات میں شرکت فرمائی۔ آپ فتح مصر کے موقع پر بھی حاضر تھے۔ سب سے پہلے فلسطین کے والی مقرر کئے گئے۔ رملہ بیت المقدس کے مقام پر وفات پائی۔ حضرت امیر معاویہؓ کے دور خلافت تک زندہ رہے۔ آپ سادات صحابہ میں سے تھے۔ آپ سے ۱۸۱ احادیث مروی ہیں۔ (الاستیعاب ۲/۸۰۷)

۱۶۶......عبدربہ بن حق ابن اوس الخزرجیؓ

مصنف نے ح کی زیر کے ساتھ حق لکھا ہے۔ جبکہ بعض مصادر میں ح کی زیر کے ساتھ حق لکھا ہوا ہے۔ آپ غزوہ بدر واحد میں شریک ہوئے۔ آپ نے اپنا کوئی جانشین نہیں چھوڑا۔

(سیرت ابن ہشام ۲/۳۵۳)

۱۶۷......عبدالرحمٰن بن عوف ابن عبدعوف القرشی الزہریؓ

ابومحمد نے لکھا ہے کہ آپ کبار صحابہ کرام میں سے تھے۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے شہادت کے وقت چھ آدمیوں کی جو شوریٰ مقرر فرمائی تھی۔ ان میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف بھی شامل تھے۔ سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والوں میں شامل تھے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ آٹھویں نمبر پر آپ نے اسلام قبول فرمایا۔ آپ سخی، بہادر اور عقلمند لوگوں میں سے تھے۔ جاہلیہ میں آپ کا نام عبدالکعبہ یا عبدعمرو تھا۔ رحمت عالم ﷺ نے آپ کا نام عبدالرحمٰن رکھا۔ آپ عام الفیل سے دس سال بعد پیدا ہوئے۔ سرور دو عالم ﷺ کے دارارقم میں داخل ہونے سے پہلے مسلمان ہوئے۔ آپ غزوہ بدر، احد سمیت تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ آپ کو غزوہ احد میں اکیس زخم آئے۔ نیز آپ نے ایک دن میں تیس غلام آزاد فرمائے۔ آپ بڑے تاجروں میں سے تھے۔ جو بیع وشراء (خرید وفروخت) کے فن کو خوب جانتے تھے اور خوب مال کمایا۔ آپ نے ایک دن میں سات سو اونٹوں پر مشتمل ایک قافلہ جس میں گندم، جو، آٹا اور دوسری خورد ونوش کی چیزیں شامل تھیں صدقہ فرمایا۔ جب وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے ایک ہزار گھوڑے، پچاس ہزار دینار صدقہ فرمایا۔ آپ سے ۶۵/ احادیث مروی ہیں۔ آپ ۳۲ ہجری میں مدینہ طیبہ میں فوت ہوئے۔

(ابن ہشام ۲/۳۵۱)

۱۶۸......عبداللہ بن جبیر ابن نعمان الاوسی

آپ بیعت عقبہ میں شامل تھے۔ آپ اپنے بھائی خوات ابن جبیر کے ساتھ غزوہ بدر میں شامل ہوئے۔ غزوہ احد کے موقعہ پر تیر برسانے والوں کے امیر تھے اور غزوہ احد کے موقع پر جام شہادت نوش

فرمایا۔ آپ نے غزوہ احد کے موقع پر تیراندازوں کا ایک دستہ پہاڑی پر مقرر فرمایا اور فرمایا کہ آپ لوگوں نے اپنی جگہ سے نہیں ہلنا۔ اگر چہ پرندے ہمارے نقش نوچ رہے ہوں۔ جب مشرکین کو شکست ہوئی تو کچھ حضرات مال غنیمت اکٹھا کرنے کے لئے پہاڑ سے نیچے اترے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن جبیرؓ نے انہیں روکا اور فرمایا کہ تم رسول اللہ ﷺ کے فرمان کا کیا عمل بیان کرو گے۔ لیکن کچھ لوگ توجہ کئے بغیر نیچے اتر گئے اور حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کی آواز پر کان نہ دھرے۔ چنانچہ مشرکین آپ پر حملہ آور ہوئے اور آپ کو شہید کر ڈالا۔ (الاصابہ ۲/۲۸۶)

۱۶۹...... عبداللہ بن جحش بن رباب الاسدیؓ

حضرت عبداللہ بن جحش قدیم الاسلام حضرات میں سے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے دارارقم میں داخل ہونے سے پہلے مسلمان ہوئے۔ آپ نے دو ہجرتیں فرمائیں۔ ایک ہجرت حبشہ کی طرف، دوسری مدینہ منورہ کی طرف۔ آپ نے حبشہ کی طرف اپنے بھائیوں عبداللہ، ابومحمد اور اپنی بہنیں ام المومنین حضرت زینب ؓ سمیت ہجرت کی۔ آپ تیراندازوں کے سرداروں میں سے رہے۔ آپ پہلے شخص ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ نے ایک سریہ کا امیر مقرر فرمایا اور سب سے پہلی غنیمت جو مسلمانوں کو حاصل ہوئی آپ کی سرکردگی میں تھی۔ آپ غزوہ بدر واحد میں شامل ہوئے اور غزوہ احد میں جام شہادت نوش فرمایا۔ یہ اپنے ماموں حضرت امیر حمزہؓ کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کئے گئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (ابن ہشام ۲/۳۳۵)

۱۷۰...... عبداللہ بن جد بن القیس الخزرجیؓ

آپ کی والدہ محترمہ کا نام ہند بنت سہل تھا اور حضرت معاذ بن جبل ماں کی طرف سے آپ کے بھائی ہیں۔ آپ غزوہ بدر واحد میں شامل ہوئے۔ آپ کے والد محترم کی کنیت ابووہب ہے۔ بہت سے غزوات میں شامل ہو کر اسلام کی تقویت کا باعث بنے۔ (سیرت ابن ہشام ۲/۳۵۵) جاری ہے!

قاری عبدالمالک خانیوال کو صدمہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت چک ۸۴ خانیوال کے بزرگ رہنما مولانا قاری عبدالمالک کی بیٹی اور مولانا عطاء الرحمٰن کی والدہ ۲۱؍جولائی ۲۰۱۶ء کو انتقال کر گئیں۔ مرحومہ نیک سیرت صوم وصلوۃ کی پابند تھیں۔ مجلس خانیوال کے امیر مولانا خواجہ عبدالماجد صدیقی، مولانا عبدالستار گورمانی نے نماز جنازہ میں شرکت اور پسماندگان سے تعزیت کی۔ ادارہ لولاک ان کے غم میں برابر کا شریک ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ پاک مرحومہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین!

آخرت کو یاد دلانے اور دنیا سے بے رغبت کرنے والے امور

مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار ؒ

امام مسلم ؒ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کی قبر پر گئے اور خوب روئے اور حاضرین کو خوب رلایا اور فرمایا کہ میں نے ان کی قبر کی زیارت کی اجازت چاہی تو مجھے اس کی اجازت مل گئی۔ لہٰذا تم قبروں پر جایا کرو یہ موت کو یاد دلاتا ہے۔

ابن ماجہ ؒ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں تمہیں قبروں پر جانے سے منع کیا کرتا تھا۔ اب جایا کرو۔ اس لئے کہ یہ دنیا سے بے رغبت بناتا اور آخرت یاد دلاتا ہے۔ حضرت علیؓ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ ایک قبرستان کے پاس سے گزرے۔ جب قبروں کے قریب ہوئے تو فرمایا قبر والو تم ہمیں اپنے بارے میں بتلاؤ یا ہم تمہیں بتلائیں؟ جو ہم سے پہلے چلے گئے ہیں۔ ان کا مال تقسیم ہو گیا۔ ان کی بیویوں نے دوسری شادی کر لی۔ ان کے گھروں میں دوسرے لوگ بس گئے۔ پھر فرمایا بخدا اگر یہ لوگ بول سکتے تو یہ کہتے کہ ہم نے تقویٰ سے زیادہ بہتر کوئی توشہ نہیں دیکھا۔ ابوالعتاہیہ نے بالکل سچ کہا ہے۔

لوگوں پر بڑا تعجب ہے اگر وہ سوچتے، اپنے نفوس کا محاسبہ کرتے، بصیرت سے کام لیتے اور دنیا کے بجائے آخرت کے طالب بنتے تو کتنا اچھا ہوتا۔ اس لئے کہ دنیا ان کے لئے ایک گزرگاہ ہے۔ کل محشر کے روز متقیوں کے لئے فخر کی بات ہوگی۔ لوگوں کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ نیکی اور تقویٰ سب سے بہترین وہ چیز ہے جسے ذخیرہ بنایا جائے۔ مجھے تعجب ہے کہ انسان کس بات پر فخر کرتا ہے۔ حالانکہ کل اسے قبر میں لٹا دیا جائے گا۔ یہ بتاؤ کیا ایسے شخص کو فخر زیب دیتا ہے جس کی ابتداء ایک ناپاک قطرہ اور انتہاء مردار ہوتا ہے۔ جب وہ اس حال میں ہو جاتا ہے کہ جس کی امید ہے اسے آگے نہیں بھیج سکتا اور جس کا ڈر تھا اسے مؤخر نہیں کر سکتا۔ اب معاملہ اس کے ہاتھ سے نکل کر دوسرے کے ہاتھ میں آگیا وہ جو چاہے طے کرے جو چاہے فیصلہ کرے۔

برادران محترم! آپ کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ سخت سے سخت دل بھی درج ذیل امور سے نرم ہو جاتا ہے۔ قبروں پر حاضری، علماء وصالحین کا وعظ سننا، گزرے ہوئے عابدوں، عالموں اور زاہدوں کے حالات سننا اور اس چیز کا کثرت سے تذکرہ کرنا جو لذتوں کی بیخ کنی اور خرمستیوں کو دور کرنے والی، جماعتوں کو الگ الگ کرنے والی، زندگی کو تلخ اور ان بچیوں اور بچوں کو یتیم بنانے والی ہے جو اپنے والدین کے ذریعے باعزت تھے۔ لکھا ہے ایک عورت حضرت عائشہؓ کے پاس آئی اور عرض کیا اماں جان سخت دل دور کرنے کی دوا کیا ہے۔ فرمایا موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔ اس نے ایسا کیا اور اس کا دل نرم ہو گیا۔

موت کے یاد کرنے کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ انسان گناہوں میں لگنے سے بچتا ہے۔ دنیا کے جھمیلوں میں نہیں پھنستا اور مصائب کا جھیلنا آسان ہو جاتا ہے۔ بھیا! ذرا اتنی بات تو سوچئے کہ جس کو سولی پر چڑھانے کا فیصلہ ہو گیا ہو اور اسے کال کوٹھڑی میں بند کر دیا گیا ہو۔ کیا وہ کسی گناہ کا سوچتا ہے؟ کیا وہ دنیا کی کسی مرغوب چیز اور دنیا کی عیش و عشرت کی طرف نظر دوڑاتا ہے؟ اس پر ہر مصیبت آسان ہو جاتی ہے۔ برخلاف اس کے جسے طویل دنیاوی زندگی کی امید ہو وہ اس کے بالکل برخلاف ہوتا ہے۔ سخت دل دور کرنے والی چیزوں میں سے ان لوگوں کا دیکھنا بھی ہے جن کی روح پرواز کرنے والی ہو۔ اس لئے کہ موت کی شدت، موت کے سکرات اور مرتے وقت روح پرواز کرنے کی تکلیف وغیرہ انسان کے لئے بڑی عبرت کا ذریعہ بنتی ہے۔ اس لئے کہ انسان کو یہ خوب معلوم ہوتا ہے کہ عنقریب اس کے ساتھ بھی یہ معاملہ پیش آنے والا ہے جو شخص مرنے والوں سے عبرت حاصل نہیں کرتا اسے کسی وعظ و نصیحت سے فائدہ نہیں ہوتا۔

لکھتے ہیں کہ حضرت حسن بصری ؒ ایک بیمار کی عیادت کے لئے گئے۔ دیکھا اس پر نزع کا عالم طاری ہے۔ موت کی شدت اور روح پرواز کرنے کی سختی دیکھ کر چہرہ کا رنگ متغیر ہو گیا۔ اپنے گھر گئے۔ کھانا لگا تو یہ کنارہ کش رہے۔ انہوں نے پوچھا کھانا کیوں نہیں کھا رہے؟ فرمایا تم لوگ کھالو میں ایسا منظر دیکھ کر آیا ہوں جس نے مجھے کھانے سے غافل بنا دیا ہے۔ لکھا ہے انہوں نے ایک شخص کو قبرستان میں کھانا کھاتے دیکھ کر فرمایا کہ تمہیں ان قبروں کا دیکھنا کھانے کی بھوک مٹانے سے نہیں روکتا؟

علماء نے لکھا ہے کہ قبرستان جانے والے کو خالی پیٹ قبرستان جانا چاہئے۔ اس لئے کہ پیٹ کا بھرا ہوا انسان کو مردوں سے عبرت حاصل کرنے سے روکتا ہے۔ اسی طرح قبرستان جانے والے کو کسی گناہ وغیرہ کا ارادہ کرنے سے خالی ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ گناہ کا ارادہ کرنے والا شیطانوں کے دام میں ہوتا ہے۔ اسے بھلا عبرت کیسے ہوگی اور دنیا سے بے رغبت ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ دنیا کے شوقین کا دل سخت ہوتا ہے۔ اس لئے بہت سے لوگوں کو قبرستان جا کر بھی عبرت حاصل نہیں ہوتی۔ بسا اوقات ان جیسا کوئی آدمی قراختین کے اولیاء کے مزارات پر حاضری دیتا ہے، اسے نہ رونا آتا ہے نہ دل میں رقت پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے کہ عام طور سے لوگ اسے ایک دوسرے سے ملاقات کا وسیلہ بنالیتے ہیں۔ بالکل اسی طرح جس طرح باغات اور نہروں کے پاس جمع ہو کر دل بہلاتے ہیں۔ اس لئے اے برادر عزیز تم قبرستان میں جاؤ تو یہ سوچا کرو کہ تمہارا انجام کیا ہوگا؟ جس طرح تمہارے سلف وصالحین کیا کرتے تھے وہاں جا کر سلام کرو تو دل حاضر ہو۔ نہایت خشوع سے ”السلام علیکم دار قوم مؤمنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون“ یہ دعا بہ قصد کر کے پڑھو کہ تم جلد از جلد ان سے ملنے والے ہو۔ اس لئے کہ موت یقینی ہے۔

یاد رکھو مسلمانوں کی قبروں پر چلنے یا جانور چرانے سے بچنا خصوصاً ان کے پیشاب یا پاخانے کے

وقت اس لئے کہ تمہیں قبروں پر جانے پر جو ثواب ملتا ہے وہ اس گناہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا جو تمہارے جانور کے کسی مسلمان کی قبر پر پیشاب کرنے سے ہوگا۔ لہٰذا جب قبر پر جانے والا کسی قبر پر زیارت کے لئے کھڑا ہو تو اسے اس سے یہ عبرت حاصل کرنا چاہئے کہ وہ شخص کس طرح مٹی تلے مدفون ہے۔ اپنے اہل وعیال اور دوستوں سے دور ہے۔ نہ جواب دے سکتا ہے نہ بات کر سکتا ہے اور وہ یہ تمنا کر رہا ہے کہ کاش دنیا میں لوٹ کر جائے اور اچھے اعمال کرے۔ لیکن اس کی یہ دعا قبول نہیں ہوتی۔ اگر کسی بادشاہ یا حاکم کی قبر ہو تو یہ سوچنا چاہئے کہ اتنے بڑے مرتبہ، عزت اور مقام کے بعد اب اس کا ٹھکانا کیا ہے؟ پہلے لشکر وفوج کا قائد تھا۔ دوست احباب اور خاندان وقبیلہ تھا۔ روپیہ پیسہ تھا۔ بینک بیلنس تھا۔ لیکن پھر اچانک موت نے اسے آدبوچا اور زادِ آخرت جمع کرنے کی تیاری بھی نہ کرنے دی۔ اگر اپنے خاندان کا مقبرہ ہو، ساتھی اور بھائی وغیرہ وہاں مدفون ہوں تو یہ سوچنا چاہئے کہ وہ کیسے کیسے مقام پر تھے۔ کتنی آرزوئیں پوری کیں۔ مال جمع کیا۔ گھر بنائے۔ باغ لگائے۔ کیسی صحت تھی۔ کیسے خوش خوراک تھے اور پھر ان کی آرزوؤں پر کس طرح پانی پھرا؟ ان کے مکانات اور مال ودولت نے انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچایا۔ ان کے حسین وجمیل چہروں کو مٹی نے خاک آلود کر دیا۔ ان کے اعضاء مٹی میں رل گئے۔ ان کے بعد ان کی بیویاں بیوہ اور بچے یتیم ہو گئے اور عزت ومنصب کے بعد پھر وہی بے سہارا ہو گئے۔ انسان کو صحت اور امیدوں کی وجہ سے دھوکہ میں نہیں پڑنا چاہئے۔ اس لئے کہ ہم نے اپنے سب ساتھیوں کو دیکھا کہ موت نے انہیں بلا اطلاع پکڑ لیا۔ حالانکہ ان میں سے کسی کو یہ توقع نہ تھی کہ وہ اتنی جلدی چل بسے گا۔ عنقریب ہمارے ساتھ بھی وہی کچھ ہوگا جو ان کے ساتھ ہوا اور ہمیں اس وقت ندامت ہوگی جب ندامت بے سود ہوگی۔

حضرت حسن بصری ؒ فرمایا کرتے تھے تم میں سے کوئی شخص جب قبروں پر جائے تو اسے وہاں بسنے والوں کی حالت پر غور کرنا چاہئے۔ ان کے آنسو کس طرح ان کے رخسار پر بہے اور مٹی نے ان کی زبانوں کو کھا لیا ہے۔ جن کی فصاحت وبلاغت کے ذریعہ وہ لوگوں پر چھا جایا کرتے تھے۔ ان کے دانت کس طرح زمین میں بکھر گئے۔ بعض عارفین نے کہا ہے کہ اگر کوئی مردہ گنہگار ہو اور کوئی شخص اس کے مزار پر جائے تو اس کی قبر سے اس وقت تک ہٹنا نہیں چاہئے جب تک اللہ جل شانہ سے اس کی مغفرت کی دعا نہ کرے اور اس دعا کی قبولیت کے آثار ظاہر نہ ہو جائیں۔ جیسے نبی کریم ﷺ نے اپنے والد و والدہ کی قبر کی زیارت کے موقع پر کہا تھا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ انہیں دوبارہ زندہ فرما دیں۔ تاکہ وہ آپ ﷺ پر ایمان لے آئیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا کر دیا۔ اس لئے کہ یہ دونوں حضرات اس زمانے میں دنیا سے رخصت ہوئے تھے۔ جس میں کوئی نبی نہیں آیا تھا۔ یہ ان کے کمالات کی بات تھی۔ گویا انہوں نے آپ ﷺ کی رسالت کے زمانے کو پایا اور آپ ﷺ پر ایمان لائے۔ (بشکریہ ماہنامہ بینات کراچی رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ)

افتتاحی درس بخاری سے مولانا محمد یوسف خان کے چند اقتباسات

مرسلہ: مولانا غلام رسول دین پوری

ہمارے اکابرین وسلف صالحین کا طریقہ چلا آرہا ہے کہ وہ درس نظامی میں سب سے پہلے بسم اللہ پڑھاتے ہیں۔ ہم بھی انہیں کے نقش قدم پر چل کر سب سے پہلے بسم اللہ پڑھتے ہیں۔ جیسے میں پڑھوں آپ بھی پڑھتے جائیں: اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: رب یسر و لاتعسر و تمم لی بالخیر وبک نستعین یافتاح. رب یسر ولاتعسر وتمم لی بالخیر وبک نستعین یافتاح. رب یسر ولاتعسر وتمم لی بالخیر وبک نستعین یافتاح رب اشرح لی صدری ویسرلی امری واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی. رب زدنی علما. لاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم. باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ .... الخ!

میرے محترم بھائیو! میں سب سے پہلے آپ حضرات کو اور تمام اساتذہ ومشائخ کو بالخصوص اپنے مخدوم حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ کو اور دورہ حدیث شریف کی اس کلاس کو دورہ حدیث شریف کے آغاز کرنے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ سب سے زیادہ دورہ حدیث کے ساتھیوں کو جنہوں نے محنت کر کے درس نظامی کی بقیہ تعلیم یہاں مکمل کر کے اب دورہ حدیث پر پہنچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی محنت کو قبول فرمائیں۔ آمین! ابھی تھوڑی دیر قبل ہم سب کے مخدوم اور بزرگ رہنما حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ فرمارہے تھے کہ چالیس سال کا عرصہ بیت چکا ہے کفر کی نحوست کو ختم کرتے ہوئے۔ کفر کی نحوست ختم ہوئی۔ ادارہ کو بنے ہوئے اور اس میں تعلیم کا نظم قائم کرتے اور چلاتے ہوئے تقریباً چالیس سال کا عرصہ بیت گیا ہے۔ تب جا کر دورہ حدیث شریف تک درس نظامی کی کلاسیں پہنچی ہیں۔

عزیز طلبہ! میں عرض کرتا ہوں کہ جس طرح حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب کے فرمان کے مطابق ادارہ کو بنے ہوئے اور تعلیمی نظم چلاتے ہوئے چالیس سال بیت چکے ہیں۔ چالیس سال کے بعد دورہ حدیث کا آغاز ہوا تو اس سے یہ بھی سمجھ لیں کہ نبوت کے چالیس سال جب پورے ہوئے تو وحی الٰہی کا آغاز ہوا۔ یہاں بھی چالیس سال پورے ہوئے اور حدیث جیسی وحی کا آغاز ہورہا ہے۔ بخاری شریف کا آغاز بھی وحی کے ذکر سے ہورہا ہے۔ باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ۔ پھر یہ وحی دو قسم پر

ہے:(۱)……متلو یعنی جس کی تلاوت کی جائے جیسے قرآن پاک۔(۲)……غیر متلو یعنی جس کی تلاوت نہ کی جائے جیسے احادیث رسول ﷺ۔ گویا امام بخاری ؒ نے ترجمۃ الباب قائم کر کے دونوں قسم کی وحی کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ پھر وحی کے دو معنی ہیں:(۱)……لغوی (۲)……اصطلاحی۔ لفظ وحی کا لغوی معنی ہے آہستہ سے اشارہ کر دینا یا خفیہ طور پر کسی کے دل میں جلدی سے کسی بات کا القاء کر دینا۔ اس معنی کے لحاظ سے وحی عام ہے۔ ذوی العقول اور غیر ذوی العقول (انسان اور غیر انسان) دونوں کو ہو سکتی ہے۔ میں ایک دو مثالیں عرض کر دیتا ہوں۔

مثال:۱…… ’’وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا شیاطین الانس والجن یوحی بعضھم الی بعض زخرف القول غرورا‘‘ (الانعام:۱۱۲) ﴿اور اسی طرح کر دیا ہم نے ہر نبی کے لئے دشمن شریر آدمیوں کو اور جنوں کو جو وسوسہ کرتے ہیں ایک دوسرے کو ملمع کی ہوئی باتیں فریب دینے کے لئے﴾ اس آیت میں لفظ وحی موجود ہے:’’یوحی بعضھم الی بعض ‘‘لیکن یہ وسوسہ کے معنی میں ہے اور وہ وسوسہ شیاطین اور جنات بھی کرتے ہیں اور انسان بھی جیسے دوسری جگہ فرمایا: ’’ الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ والناس‘‘ یہ میں اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ جس جگہ پر آپ حضرات رہتے ہیں۔ اس جگہ پر لفظ وحی کا لغوی اور اصطلاحی معنی سمجھنا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ ملحدین و بے دین لوگ اس لغوی معنی کے لحاظ سے لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ مزید آپ کو آپ کے اساتذہ بیان کرتے اور سمجھاتے رہیں گے۔

مثال:۲…… ’’واوحیٰ ربک الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتا ومن الشجر ومما یعرشون ثم کلی من کل الثمرات فاسلکی سبل ربک ذللا یخرج من بطونھا شراب مختلف الوانہ فیہ شفاء للناس (نحل:۶۸،۶۹) ‘‘ ﴿اور حکم دیا تیرے رب نے شہد کی مکھی کو کہ بنالے پہاڑوں میں گھر اور درختوں میں اور جہاں بیلیں چڑھانے کے لئے چھپریاں بناتے ہیں۔ پھر کھا ہر طرح کے میووں سے۔ پھر چل راہوں میں اپنے رب کی جو صاف پڑے ہیں۔ نکلتی ہے ان کے پیٹ میں سے پینے کی چیز جس کے مختلف رنگ ہیں اس میں لوگوں کے لئے شفاء ہے۔﴾ اس آیت میں بھی وحی کا لفظ ہے اور یہ استعمال کیا گیا ہے عالم کی ایک چھوٹی سی مخلوق کے لئے اور وہ شہد کی مکھی ہے’’عالم‘‘ کہتے ہیں ماسوی اللہ کو۔ یہ مکھی جسم کے حجم کے لحاظ سے بہت ہی چھوٹی ہے۔ لیکن کام کتنا بڑا کرتی ہے۔ وہ میں عرض کرتا ہوں!

عزیز طلبہ دیکھئے! اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں فرمایا:’’ واوحیٰ ربک الی النحل ‘‘ کہ تیرے رب نے شہد کی مکھی کو حکم فرمایا یعنی اس کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ:’’ان اتخذی من

الجبال بیوتا" بنا اپنا گھر پہاڑوں میں "ومن الشجر" اور درختوں میں "وممایعرشون" اور جہاں لوگ بیل چڑھانے کے لئے چھوٹی چھوٹی چھپریاں ڈالتے ہیں۔ وہاں بھی اپنا گھر بنا۔

میرے محترم عزیز طلبہ! ہمارے ایک مفسر گزرے ہیں حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شہد کی ایسی فطرت بنائی ہے جو باوجود ادنیٰ سا حیوان ہونے کے نہایت کاریگری اور باریک صنعت سے اپنا چھتہ پہاڑوں، درختوں، اور مکانوں میں تیار کرتی ہے۔ ساری مکھیاں ایک بڑی مکھی کے ماتحت رہ کر پوری فرمانبرداری کے ساتھ کام کرتی ہیں۔ ان کے سردار کو "یعسوب" کہتے ہیں۔ اس سردار کے حکم کے تحت جگہ تلاش کرتی ہیں اور پھر منظم طریقے سے وہاں جا کر اپنا چھتہ تیار کرتی ہیں اور ان مکھیوں کا ایک طبقہ ایسا مقرر ہوتا ہے جو کسی گندی مکھی کو جو گندی جگہ پر بیٹھ کر آئی ہو یا گندی جگہ سے ہو کر آئی ہو یا زہریلے مادے لے کر آئی ہو۔ اسے چھتہ کے قریب تک نہیں آنے دیتیں۔ اسے وہیں مار دیتی ہیں۔ اس طبقہ کا دور دور تک سخت پہرہ ہوتا ہے۔

عزیز طلبہ! آپ سے دو باتیں عرض کرتا ہوں: (۱)...... اس سے ہم سبق حاصل کریں کہ ہم بھی زندگی بھر اپنے بڑوں کے حکم کو مانیں گے اور ان کے ماتحت اپنی زندگی گزاریں گے۔ اسی میں ہماری کامیابی اور اسی میں ہماری خیر ہے۔ (۲)...... اس سے یہ سبق بھی ہم حاصل کریں کہ جیسے شہد کی مکھیاں اپنی شہد کو ہر آلودگی سے محفوظ کرنے کے لئے اور بچانے کے لئے اپنا گھر پہاڑوں، درختوں، اور مکانوں میں بناتی ہیں۔ تاکہ وہ شہد عمدہ رہ سکے اور فی الواقع "فیہ شفاء للناس" ثابت ہو۔ اسی طرح سمجھیں کہ ہمارے اکابرین نے یہ ادارہ شہر سے دور ایسی جگہ بنایا ہے جو ہر قسم کی بازاری اور شہری آلودگیوں سے محفوظ ہے تو آپ علم والا ایسا شہد تیار کریں اور لوگوں کو مہیا کریں جو فی الواقع "فیہ شفاء للناس" کا مصداق ثابت ہو اور اپنے آپ کو ہر قسم کی گندگی اور آلودگی سے بچا کر رکھیں۔ تاکہ آپ کا شہد بگڑ نہ جائے اور خراب نہ ہو جائے۔ پھر فرمایا "ثم کل من کل الثمرات" کہ تو ہر قسم کے پھل پھول چوستی رہ۔

عزیز طلبہ دیکھئے! شہد کی مکھی جسم کے لحاظ سے یوں تو بہت ہی حقیر اور چھوٹی سی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے تکوینی اور فطری طور پر اسے یہ سمجھا دیا ہے کہ اپنی استعداد اور مزاج کے مطابق ہر قسم کے پھلوں اور پھولوں اور میووں سے غذا حاصل کرے۔ تو وہ مکھی نہ تو پھل کھاتی ہے، نہ پھولوں کو نقصان پہنچاتی ہے اور نہ کسی کی کوئی چیز اٹھا کر لے جاتی ہے۔ بلکہ وہ چل پھر کر پھلوں، پھولوں اور میٹھی چیزوں سے صرف اس قدر لطیف انداز سے ان اثرات کو اور مفید و کارآمد چیزوں کو سونگھ اور چوس لیتی ہے جس کی اسے شہد تیار کرنے میں حاجت اور ضرورت ہوتی ہے۔ ان مفید و کارآمد اجزاء کو حاصل کرنے میں دیر بھی نہیں لگاتی۔ انسانی خدمات سرانجام دینے کے لئے

انہیں ضائع بھی نہیں کرتی۔ اپنا وقت ادھر ادھر فضول خرچ بھی نہیں کرتی۔ زہریلے وفاسد اجزاء بھی نہیں لیتی۔ تاکہ اس کا شہد خراب نہ ہو جائے۔ اندازہ کریں کس قدر اللہ نے اسے عالی دماغ عطا فرمایا ہے۔

عزیز طلبہ! میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ علم حاصل کرنے کے زمانہ میں ایک تو صحیح علم حاصل کریں۔ دوسرا: کسی کے لئے باعث تکلیف نہ بنیں۔ تیسرا: ہر وہ مفید اور کارآمد چیزیں حاصل کریں جو آپ کے لئے اور سب انسانوں کے لئے دنیا وآخرت میں کام آئیں۔ چوتھا: حلال وپاکیزہ چیزیں کھائیں اور استعمال کریں۔ اس میں آپ کو اعمال کی توفیق ملے گی اور علم بھی محفوظ رہے گا۔ حرام اور ناپاک مال کے استعمال سے کلی طور پر اجتناب کریں۔ تاکہ آپ کا علم خراب نہ ہو جائے۔ کیونکہ حرام چیزوں کے استعمال کرنے سے استعدادیں ختم ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح ان کتابوں سے رس چوسیں اور ان کا مطالعہ کریں جن سے ہمارے اکابر نے چوسا ہے اور جس سے صحیح راستہ ملے اور گندی کتب ولٹریچر سے اپنے آپ کو بچائیں۔ اس میں نہ دنیا کا فائدہ ہے نہ آخرت کا بلکہ الٹا وقت کا ضیاع ہے۔ پھر فرمایا ”فاسلکی سبل ربک ذللا“ کہ اپنے رب کے صاف صاف اور ہموار راستوں پر چل۔

عزیز طلبہ دیکھئے! شہد کی مکھی کو اللہ تعالیٰ نے ہموار اور صاف راستوں پر چلنے کا حکم فرمایا ہے جو فضا میں ان کے لئے بنے ہوئے ہیں۔ چنانچہ شہد کی مکھیاں اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں اپنی غذا تلاش کرتی ہیں اور بسا اوقات دور دور تک چلی جاتی ہیں اور اپنا کام کر کے بلاتکلف اپنے انہی راستوں پر واپس لوٹتی ہیں۔ دائیں بائیں نہیں جاتیں۔ جاتے اور آتے وقت ذرا بھی راستہ نہیں بھولتیں اور آکر اپنے کام میں لگ جاتی ہیں۔ شہد تیار کرنا شروع کر دیتی ہیں۔

عزیز طلبہ! میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ آپ حضرات بھی اپنے مشائخ اور اپنے اساتذہ کرام کے حکم سے مدرسہ میں اپنے کام میں اپنی تعلیم میں اپنے آپ کو مصروف رکھیں۔ وقت ضائع نہ کیا کریں۔ اگر اساتذہ ومشائخ کسی کام کے لئے بھیجیں یا گھر جانے کی رخصت عطا فرمائیں تو آپ وہ کام کر کے اور اپنی رخصت پوری کر کے اسی طرح جلد واپس لوٹیں جس طرح گئے تھے اور آکر اپنی پڑھائی میں مصروف ہو جایا کریں اور صاف راستوں سے آئیں۔ باطل وملحدین لوگوں کے راستوں سے اجتناب کیا کریں۔ تاکہ وساوس سے آپ بچ سکیں اور جتنا بھی دور تک چلے جائیں اب یا پڑھائی سے فارغ ہونے کے بعد لیکن اپنا وہ چھتہ اور مرکز کبھی نہ بھولیں جس میں آپ نے علم والا شہد چوسا ہے۔ اپنے مرکز اور اپنے اساتذہ سے تعلق اور رابطہ ہمیشہ برقرار رکھیں۔ آپ کے بزرگ، اکابرین ختم نبوت ہیں۔ ان کے حکم کے مطابق چلیں اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں۔ اگر ان کے حکم کے مطابق نہ چلے تو آپ ضائع ہو جائیں گے۔ پھر فرمایا

"یخرج من بطونها شراب مختلف الوانه فیه شفاء للناس" کہ اس شہد کی مکھی کے پیٹ میں سے پینے کی وہ چیز نکلتی ہے جس کے مختلف رنگ ہوتے ہیں اور اس میں لوگوں کی امراض کے لئے شفاء ہے۔

عزیز طلبہ! جیسے شہد مختلف قسم کا ہوتا ہے۔ کوئی بڑا، کوئی چھوٹا، کوئی سفید، کوئی سرخ، کوئی زرد یہ۔ موسم کے لحاظ سے اور عمر کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ اسی طرح آپ بھی ان مراکز اور چھتوں میں مختلف قسم کے علم والا شہد تیار بھی کریں اور حاصل بھی۔ علوم عقلیہ بھی اور علوم نقلیہ بھی۔ تفسیر، اصول تفسیر، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، علم بیان، علم بلاغت، علم بدیع، علم صرف، علم نحو، علم منطق وغیرہ حاصل کریں اور ان میں کمال پیدا کریں۔ پھر جو عقائد و اعمال اور اخلاق کے مریض آپ کے پاس آئیں تو ان کا علاج کر کے ان کو شفاء بخشیں اور ان کی تسلی کرائیں۔ یہ باتیں ان جیسے علاقوں میں بھی ضروری ہیں۔

عزیز طلبہ! یہ شہد کی مکھی جو حقیر سی ہے دیکھیں! اس نے وحی کے مطابق گھر بنایا اور چھتہ تیار کیا اور وحی کے مطابق آنا جانا رکھا، پھلوں پھولوں کا رس چوسا تو ہر طرح سے کامیاب رہی اور اس کے شہد سے لوگوں کو شفاء نصیب ہوئی۔ تو یاد رکھیں! اگر آپ نے بھی اللہ کی وحی کے مطابق زندگی گزاری اور وحی کا علم حاصل کیا اور وحی کے مطابق آنا جانا رکھا، اور وحی کے مطابق اپنا لباس اپنی شکل وصورت اور دنیا کا ہر کام رکھا اور وحی کو اس طرح سے سمجھا جس طرح حضرات صحابہ کرامؓ اور ہمارے اکابرین وسلف صالحین نے سمجھا اور آپ کے منہ سے نکلنے والا صحیح شہد لوگوں کو ملتا رہا تو آپ بھی کامیاب رہیں گے۔ آپ کے علم سے دنیا کو بھی شفاء ملتی رہے گی۔ آپ بھی گمراہی سے محفوظ رہیں گے اور لوگوں کو بھی ضلالت وگمراہی سے شفاء نصیب ہوگی۔ انشاء اللہ!

عزیز طلبہ! ایک اور بات عرض کرتا چلوں کہ جیسے شہد کی مکھی کے لئے اللہ تعالیٰ نے فضا میں ہموار اور صاف راستے رکھ دیئے ہیں۔ تاکہ وہ اپنے رب کے بتلائے ہوئے راستوں پر چل کر شہد تیار کر سکے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم حاصل کرنے کے لئے دو راستے عطا فرمائے ہیں: (۱)...... دو آنکھیں جن سے آپ نے اپنے اساتذہ اور مشائخ کو دیکھا اور کتابوں کا مطالعہ کیا (۲)...... دو کان جن سے آپ نے اپنے اساتذہ ومشائخ سے علم کی باتیں سنیں اور پڑھتے سنتے ہوئے اپنی منزل دورہ حدیث تک پہنچے ہیں اور دیگر طالب علم بھی پہنچیں گے۔ جیسے ان راستوں کو صحیح کام میں لگایا اور آلودگیوں سے محفوظ رکھا اور منزل مقصود تک پہنچے اسی طرح آئندہ بھی ان دونوں راستوں کو اب تک صحیح کام میں لگائے رکھیں گے اور ان آلودگیوں سے محفوظ رکھیں گے جو ہماری فضاء میں موبائل وغیرہ کی شکل میں پھیل رہی ہیں اور صحیح علم حاصل کرتے رہیں گے تو ہر قسم کی ضلالت وگمراہی سے بچ کر منزل مقصود تک پہنچتے رہیں گے اور ہر میدان میں کامیابی آپ کے قدم چومتی رہے گی۔ پس اگر آپ ان دونوں راستوں کو آلودگیوں سے محفوظ رکھیں گے اور اپنا اٹھنا، بیٹھنا، چلنا،

پھرنا، وحی الٰہی کے مطابق رکھیں گے اور زندگی گزاریں گے تو لوگ آپ کو دیکھیں گے اور اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ یہ ہیں صحیح معنی میں انسان۔ اس کے نقش قدم پہ چلنا چاہئے اور یہی مقصد ہے وحی الٰہی کے آنے کا اور اس کے پڑھنے پڑھانے کا اور ان دینی اداروں وخانقاہوں کے قائم کرنے کا۔

عزیز طلبہ کرام! اب تک جو وحی کا معنی اور مفہوم میں نے بتلایا اور سمجھایا ہے اور اس پر دو مثالیں دی ہیں۔ یہ وحی کا لغوی معنی ہے۔ وحی کا اصطلاحی وشرعی معنی یہ ہے کہ ''ھو الکلام المنزل علی نبیہ من انبیائہ'' کہ وحی وہ اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ کلام ہے جو انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی پر آئے۔ اس مفہوم کے لحاظ سے وحی کی دو قسمیں ہیں (۱)...... وحی متلو: یعنی جس کی تلاوت کی جائے۔ جیسے قرآن مجید (۲)...... وحی غیر متلو: یعنی جس کی تلاوت نہ کی جائے۔ جیسے احادیث مبارکہ انبیاء علیہم السلام اور اسی طرح نبی کریم ﷺ پر جو وحی آئی۔ وہ اصطلاحی اور شرعی معنی والی وحی ہے اور یہ خاص ہوتی ہے۔ اس میں فرائض واحکامات الٰہیہ کا بیان ہوتا ہے۔ اس کے مطابق زندگی گزارنی لازمی ہوتی ہے۔ اس کے بغیر آخرت کی نجات مشکل ہے۔ وحی کے لغوی اور اصطلاحی معنی میں فرق یاد رکھیں۔ جن لوگوں نے یہ فرق نہیں سمجھا وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی ضلالت کے گڑھے میں ڈالا۔ ان کی نشاندہی آپ کو آپ کے اساتذہ کرام ومشائخ عظام کرتے رہیں گے۔ جنہوں نے لغوی معنی کی آڑ لے کر امت مسلمہ کو گمراہ کرنے کی ناپاک کوشش کی۔ اگر محض لغوی معنی کو دیکھا اور سمجھا جائے تو دین کی جملہ اصطلاحات اور فرائض واحکام بے معنی اور بے حقیقت ہو کر رہ جائیں گے اور دین شریعت قانون الٰہی نہیں رہے گا۔ بلکہ بازیچہ اطفال بن کے رہ جائے گا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے علماء کو پیدا فرمایا اور آپ جیسے طالب علموں کو پڑھنے کے لئے منتخب فرمایا۔ تاکہ اس وحی الٰہی کو سمجھیں اور امت مسلمہ کو گمراہی کے دہانے سے بچائیں جیسے ہمارے اکابرین، ختم نبوت کے سارقین اور نقب زنی کرنے والوں کا تعاقب کرتے ہوئے ان کی گمراہانہ چالبازیوں سے امت مسلمہ کو خبردار کر رہے ہیں۔ یہ کوئی معمولی کام نہیں۔ آپ اس ادارے میں ہیں اور یہ ادارہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ہے۔ آپ اس کے مزاج کو سمجھیں اور یہ مزاج لے کر جائیں کہ ہم نے زندگی بھر حضور اقدس ﷺ کی ختم نبوت کا تحفظ کرنا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ امام بخاری ؒ نے اسی اصطلاحی وشرعی وحی کو بیان کرنے کے لئے اپنی کتاب ''صحیح بخاری'' کا آغاز اس طرح فرمایا اور ترجمۃ الباب باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ! کے عنوان سے قائم کرتے ہوئے بتلایا کہ سب سے پہلی وحی آپ ﷺ پر کیسے آئی۔ کس طرح اس کے نزول کا آغاز ہوا۔ پھر قرآن پاک کی آیت ''انا اوحینا الیک کما اوحینا الیٰ نوح والنبین من بعدہ'' کو ذکر فرمایا: ﴿ہم نے آپ کی طرف وحی کی جیسے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے بعد آنے

والے انبیاء علیہم السلام یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام وغیرہ کی طرف وحی کی۔
اس آیت کے ذکر سے بھی یہی سمجھایا کہ وحی سے مراد وحی اصطلاحی اور شرعی ہے جس پر ایمانیات واعمال اور احکام کی قبولیت کا مدار ہے۔ پھر ترجمۃ الباب قائم کر کے اس کے تحت بھی وہی احادیث لائے ہیں جن میں وحی کی عظمت کا ذکر ہے۔

عزیز طلبہ! یہ جو میں آپ حضرات کو وحی کی طرف اور اس کے معنی کی طرف متوجہ کر رہا ہوں۔ اس سے میری آپ سے بار بار یہی درخواست ہے کہ حدیث پاک پڑھتے ہوئے ایک ایک لفظ پر اچھے طریقے سے آپ حضرات توجہ کریں اور اس بات کو سمجھیں کہ اس لفظ سے صاحب لسان وبیان اور صاحب لغت حضور اقدس ﷺ کی کیا مراد ہے؟ تب آپ صحیح عمل کر سکیں گے اور ان گمراہ فرقوں سے بچ سکیں گے اور لوگوں کو بھی بچا سکیں گے۔ ورنہ نہیں۔ کیونکہ آپ ہی لوگ ہیں جو ہر فن اور ہر علم کی اصطلاحات کو اب تک خوب پڑھ کر آئے ہیں اور انکا فرق جانتے ہیں۔ اسی طرح آپ حدیث پاک کا علم صحیح طریقے پر حاصل کریں۔ کیونکہ ہمارے ایمان واعمال کی بنیاد اسی پر ہے۔ اسی وجہ سے محدثین حضرات نے حدیث پاک کی عظمت کو سمجھتے ہوئے حفاظت حدیث کے لئے اور اس کو پڑھنے پڑھانے کے لئے اپنی زندگیاں وقف فرما دی تھیں۔ تو ہم بھی ان کے نقش قدم پر چل کر حدیث پاک کی عظمت کو سمجھیں اور اس کا صحیح معنی ومفہوم اپنے اساتذہ کرام ومشائخ سے سیکھ پڑھ کر عمل کریں۔ چونکہ وقت کافی بیت چکا ہے۔ اب میں حدیث پاک کے متعلق ایک دو باتیں نہایت ہی اختصار کے ساتھ عرض کر دیتا ہوں پھر حدیث پاک کا ترجمہ۔ ہر محدث کا اپنا اپنا طرز ہوتا ہے وہ اپنے اس مخصوص طرز کے مطابق احادیث مبارکہ لاتے ہیں اور ''ترجمۃ الباب'' قائم کرتے ہیں۔ ان میں سے سب سے آسان ترین ترجمۃ الباب امام ترمذی رحمہ اللہ کے ہیں۔ وہ ترجمۃ الباب میں حدیث الباب کی حدیث کا کوئی نہ کوئی جملہ ذکر کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے ترجمۃ الباب اور اس کے تحت آنے والی احادیث بآسانی سمجھ میں آجاتی ہیں۔ سب سے مشکل ترین ''ترجمۃ الباب'' امام بخاری رحمہ اللہ کے ہیں۔ ان کا سمجھنا انتہائی ضروری ہے۔ کبھی وہ ترجمۃ الباب قائم کر کے آیت کا حوالہ دے دیتے ہیں۔ اور کبھی حدیث پاک کا کوئی جملہ تعلیقاً ذکر کر دیتے ہیں۔ کہیں قول صحابی اور کہیں قول تابعی، تبع تابعی بھی نقل کر دیتے ہیں۔ بس امام بخاری رحمہ اللہ کے اس مزاج کو سمجھنا از حد ضروری ہے۔ ہمارے اکابرین نے اس پر مستقل کتابیں بھی لکھی ہیں۔ مثلاً حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ، حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ اور تقریباً ہر شارح نے ترجمۃ الباب کو حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ تو بہر حال عرض یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے سب سے پہلی حدیث: '' انما الاعمال بالنیات'' کی ذکر فرمائی ہے اور سند شروع ہو رہی ہے ''حدثنا'' سے۔ اس

سے قبل " بہ " پڑھا جاتا ہے اور یہ مخفف ہے "بالسند المتصل منا" کا اور یہ حدیث پاک کے شروع میں ایک دفعہ کہہ لینا کافی ہوتا ہے۔

اب ہم "بخاری شریف" کی حدیث پڑھ رہے ہیں تو یوں کہیں گے "وبالسند المتصل منا الی امیر المؤمنین فی الحدیث ابی عبداللہ محمدبن اسماعیل البخاری ؒ قال : حدثنا الحمیدی ......الخ. امام بخاری ؒ نے سب سے پہلے " حدیث النیۃ "کو ذکر کر کے اصلاح نیت کی ترغیب دی ہے کہ بغیر اصلاح نیت کے کوئی عمل اللہ کے ہاں مقبول نہیں ہوتا اور یہ بتلا دیا ہے کہ وحی الٰہی کو بھی صحیح نیت سے پڑھنا اور سمجھنا ہے اور عمل کے جذبہ سے وحی الٰہی کا علم حاصل کرنا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ: "بیان کیا ہمیں امام حمیدی ؒ نے، وہ کہتے ہیں کہ بیان کیا ہمیں امام سفیان ؒ نے، وہ کہتے ہیں کہ بیان کیا ہمیں یحییٰ بن سعید انصاری ؒ نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے محمد بن ابراہیم تیمی ؒ نے، علقمہ بن وقاص لیثی سے سن کر بتایا، علقمہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب ؓ سے منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔ ہر آدمی کو اس کی نیت کے مطابق اجر ملتا ہے۔ جس نے دنیا کمانے کے لئے ہجرت کی تو دنیا اسے حاصل ہوجائے گی۔ اگر عورت کے لئے ہجرت کی تو اس سے نکاح کرلے گا۔ غرضیکہ اس کی ہجرت اسی غرض کے لئے تصور کی جائے گی جس کے لئے اس نے ہجرت کی۔" یہ تو حدیث پاک کا ترجمہ ہے جو میں نے آپ حضرات کے سامنے کردیا ہے۔ وقت نہیں ہے کہ اس کے جملوں کی تشریح اور اس کے متعلقات پر کچھ عرض کرسکوں۔

آخری گزارش

آخر میں میں آپ حضرات سے یہ عرض کروں گا کہ جو باتیں آپ حضرات اپنے اساتذہ کرام سے سنیں انہیں اپنے دل ودماغ میں جگہ دیں اور جو باتیں اور واقعات اپنے اکابرین کے آپ حضرات نے ہمارے مخدوم حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب سے سنے ہیں ان کو اور جو نصائح حضرت مولانا قاری محمد یاسین صاحب سے سنیں۔ ان سب کو اپنے دل ودماغ میں محفوظ رکھیں اور اپنے اکابرین کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں۔ اپنی ترجیحات پر نہ چلیں۔ بلکہ اپنے اساتذہ ومشائخ اور جملہ اکابرین کی ترجیحات کو دیکھیں اور ان پر چلیں۔ ہوسکے تو اپنی ترجیحات کو بھی اپنے اکابرین کی ترجیحات پر پرکھیں اور ان کے مطابق بنائیں اور اپنے اکابرین کی سوانح کو ضرور پڑھا کریں۔ اس سے زندگی گزارنے کا سلیقہ آئے گا اور بہت ساری راہیں کھلیں گی۔ اللہ تعالیٰ اس ادارہ کو تا قیامت قائم ودائم رکھے اور آپ کو ختم نبوت کا سپہ سالار بنائے۔ دین کی خدمت کے لئے قبول فرمائے۔ آمین!

آخری وقت میں معافی

ماخوذ از: سنہرے فیصلے

طائف سے آپ جنوب کی طرف سفر کرتے جائیں تو ایک پہاڑی سلسلہ ہے جہاں چھوٹے چھوٹے گاؤں ہیں۔ یہ وہی علاقہ ہے جہاں اللہ کے رسول ﷺ نے اپنا بچپن گزارا تھا۔ اماں حلیمہ سعدیہ اسی علاقے کی رہنے والی تھیں۔ ذرا نیچے چلے جائیں تو ابہا اور خمیس مشیط کا علاقہ ہے جو گرمیوں میں اپنے معتدل بلکہ قدرے سرد موسم کی وجہ سے مشہور ہے۔ پہاڑوں کے ان سلسلوں میں آج بھی آپ کو بدو بکریاں چراتے ہوئے نظر آئیں گے۔

ابو مشہود نامی ایک چرواہا اپنے ساتھ بکریوں کا ریوڑ لے کر صبح کو نکلتا۔ بارشوں کے بعد پہاڑوں پر خودرو پودے اس کی بکریوں کی خوراک بنتے۔ شام کو وہ چھوٹے چھوٹے جوہڑوں سے بکریوں کو پانی پلاتا ہوا اپنے گھر واپس آجاتا۔ ایک دن شام ڈھلے اس کی بکریاں تو واپس آگئیں۔ مگر ابو مشہود واپس نہیں آیا۔ رات کے اندھیرے میں اس کا بیٹا اور دوسرے رشتہ دار اس کی تلاش میں نکلے۔ مگر ناکام واپس آئے۔ اگلے دن صبح سویرے پھر گاؤں سے نوجوانوں کا ایک گروہ ابو مشہود کو تلاش کرتا ہوا پہاڑ کے دامن میں ایک چشمے کے پاس پہنچا تو وہاں اس کی لاش پڑی تھی۔ جسم پر بندوق کی گولی کا نشان تھا۔ پولیس کو اطلاع دی گئی۔ واقعات، حالات، شواہد واضح طور پر بتا رہے تھے کہ اس کا کسی دوسرے چرواہے کے ساتھ پانی پلانے پر جھگڑا ہوا ہے۔ چرواہوں کے درمیان جھگڑے معمول کا حصہ ہیں۔ معمولاً چرواہے آپس میں اس بات پر لڑ پڑتے ہیں کہ کس کی بکریاں پہلے پانی پئیں گی۔ مگر یہ اختلاف اور جھگڑے معمولی نوعیت کے ہوتے ہیں جو اسی وقت نہ سہی اگلے دن ختم ہو جاتے ہیں۔ پولیس والوں نے لواحقین سے پوچھا کہ ان کو کس پر شک ہے یا اس کے ساتھ کون جھگڑا کر سکتا ہے؟ گھر والوں نے بتایا کہ وہ سیدھا سادا بے ضرر انسان تھا۔ اس کا کسی کے ساتھ کبھی جھگڑا نہیں ہوا۔ البتہ وہ فلاں فلاں کے ساتھ مل کر بکریاں چراتا تھا۔

معمولی تفتیش کے بعد پولیس نے علی بن عبدالرحمٰن کو گرفتار کر لیا۔ جس نے بعد میں اعتراف جرم کر لیا۔ عدالت میں مقدمہ چلا اور واقعات، شواہد اور اعتراف جرم کی بناء پر قاضی نے فیصلہ سنایا کہ قاتل کو قتل کر دیا جائے۔ مقتول کا بڑا بیٹا مشہود اس وقت سترہ سال کا تھا۔ مگر سب سے چھوٹا بیٹا اس وقت دودھ پیتا بچہ تھا۔ قاضی نے فیصلے میں لکھا کہ جب تک یہ بچہ بالغ نہ ہو جائے اس وقت تک حکم کی تنفیذ نہ کی جائے۔ چنانچہ قاتل کو جیل میں ڈال دیا گیا۔ اس وقت قاتل کی عمر ۲۲ سال کی تھی۔ اس کو جیل میں ۱۸ سال تک اپنی پھانسی کا

انتظار کرنا پڑا۔ کیونکہ جب تک سب سے چھوٹا بیٹا ۱۸ سال کا نہیں ہو جاتا۔ اس وقت تک فیصلے کی تنفیذ ناممکن تھی۔ اس کو اپنے دوسرے بھائیوں کے ساتھ یہ فیصلہ کرنا تھا کہ آیا قاتل کو معاف کر دیا جائے یا اس سے اپنے باپ کے خون کا بدلہ لیا جائے۔ علی بن عبدالرحمٰن نے یہ سارا وقت دو احتمالات کی کشمکش میں گزارا کہ آیا اس کو لواحقین معاف کرتے ہیں یا اسے قتل کی سزا ملے گی۔

ابومشہود کا چھوٹا بیٹا جو اب یتیم ہو چکا تھا۔ اس کا نام نہ جانے کیوں یتیم رکھا گیا تھا۔ پھر ایک دن آیا جب یتیم کی عمر ۱۸ سال ہو چکی تھی اور اب اسے اپنے بھائیوں کے ساتھ فیصلہ کرنا تھا کہ باپ کے قاتل کو معاف کرنا ہے یا بدلہ لینا ہے۔ ادھر دستور کے مطابق قبائل کے سرکردہ افراد جمع ہوئے۔ انہوں نے ورثاء سے کہا خون بہا لے لیں اور قاتل کو معاف کر دیں۔ عموماً سعودی عرب میں خون بہا کی قیمت کم وبیش ایک لاکھ بیس ہزار ریال ہے مگر یہ ورثاء پر ہے کہ وہ اس رقم کو قبول کر لیں یا زیادہ کا مطالبہ کریں۔ ادھر ورثاء نے انکار کر دیا کہ وہ خون بہا قبول نہیں کریں گے۔ رقم کی بولی لگتی گئی اور علی بن عبدالرحمٰن کے قبیلے نے دس لاکھ سعودی ریال تک دینے کا اعلان کر دیا۔

علی بن عبدالرحمٰن اپنے جیل کے حالات بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ جب میں جیل میں گیا تو میری عمر ۴۲ سال کی تھی۔ میں اس وقت جوان تھا اور اب میری عمر ۶۰ سال کی ہو چکی تھی۔ جیل گزارنا بھی ایک عذاب ہوتا ہے۔ میں ۸ سال تک بلجرشی نامی قصبے کی جیل میں رہا اور باقی مدت الباحہ کی جیل میں گزاری۔ جیل میں کوئی نیا قیدی آتا تو اپنے واقعات اور حالات بیان کرتا۔ ایسے قصے اور واقعات ہم ہزاروں مرتبہ ایک دوسرے کو سنا چکے ہوتے۔ اس دوران میں نے جیل میں حلقۂ تحفیظ القرآن کریم کے ذریعے سے قرآن پاک پڑھنا سیکھا۔ لکھنا پڑھنا آیا تو کچھ کتابیں بھی پڑھنے لگا اور ایک طویل انتظار کے بعد وہ وقت آ گیا جب میری قسمت کا فیصلہ ہونا تھا۔ ادھر میرے قبیلے کے لوگ مسلسل معافی کے لئے بھاگ دوڑ کر رہے تھے مگر اس کی کوئی صورت بنتی نظر نہ آتی تھی۔ میں امید و یاس کی کیفیت میں تھا۔

ایک دن صبح سویرے جیل کے حکام نے مجھے بلایا اور کہا کہ صلح کی ساری کوششیں ناکام ہو گئی ہیں۔ لہٰذا کل تمہیں پھانسی پر لٹکا دیا جائے گا۔ مجھے ان کے احکامات سن کر ذرا بھی خوف محسوس نہ ہوا۔ دراصل ۱۸ سال جیل میں رہنے کے بعد سارے خوف ختم ہو چکے تھے۔ میں زندگی سے ویسے ہی مایوس اور ناامید ہو چکا تھا۔ کل کا دن میری زندگی کا آخری دن ہوگا۔ میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ میں سوچ رہا تھا۔ اپنا بچپن، اپنی جوانی، اپنی بیوی، بچے، رشتہ دار، احباب، دوست، خاندان اور قبیلے کے افراد یاد آئے جنہوں نے اب دیت کے دس لاکھ ریال کے علاوہ اس میں ایک قطعہ زمین بھی شامل کر دیا تھا۔ میں نے جتنا قرآن یاد تھا پڑھ ڈالا۔ وہ رات میری زندگی کی عجیب وغریب رات تھی۔ ساری رات نیند

نہ آئی۔ میں نے ذکر اذکار اور نوافل میں وقت گزار دیا۔ صبح سویرے ہی جیلر آ گیا۔ میرے قدموں میں بیڑیاں ڈال دی گئیں۔ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں، ساتھیوں نے اشک بار آنکھوں سے الوداع کیا۔ میں نے بڑی حسرت کے ساتھ ان دیواروں پر آخری نظر ڈالی اور پولیس کی کڑی نگرانی میں چل پڑا۔ جیل کی گاڑی کا دروازہ کھلا اور مجھے اندر دھکیل دیا گیا اور تھوڑی دیر کے بعد میدان قصاص میں اتارا گیا۔ میری آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ مگر لوگوں کی آوازیں میرے کانوں میں آ رہی تھیں۔ یہ خمیس مشیط کا مرکزی چوک تھا۔ لوگوں کی ایک بڑی تعداد میرے قتل کا منظر دیکھنے کے لئے جمع تھی۔ میرے رشتہ دار، عزیز و اقارب ایک دن پہلے مجھ سے الوداعی ملاقات کر چکے تھے۔ مجھے بٹھا کر عدالتی اہل کار نے میرے جرم کا اعلان کیا۔ میرا اعتراف جرم اور قاضی کا فیصلہ، سپریم کورٹ کا فیصلہ۔ سب لوگ دم بخود سن رہے تھے۔ پھر جلاد کو حکم دیا گیا کہ مجرم کا سر قلم کر دیا جائے۔ وہ آگے بڑھا۔ اس نے تلوار اپنی میان سے نکالی۔ میں نے کلمہ پڑھتے ہوئے سوچا ابھی تلوار میری گردن کو الگ کر دے گی۔ میں نے اپنی ساری قوتوں کو جمع کیا کہ اچانک ایک آواز گونجی:

''غفرت لک لوجہ اللہ تعالیٰ'' جاؤ میں نے تمہیں اللہ کی رضا کے لئے معاف کر دیا۔

یہ مقتول کے بڑے بیٹے کی آواز تھی۔ لوگ جو تصور میں میری لاش دیکھ رہے تھے۔ اب معافی کا اعلان سن رہے تھے۔ سارا چوک اللہ اکبر کی آواز سے گونج اٹھا۔ ''لا الٰہ الا اللہ'' ہر شخص کی زبان پر تھا۔ مجھ سمیت کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ مجھے معافی مل سکتی ہے۔ میں بے ہوش ہو چکا تھا۔ مجھے اٹھا کر دوبارہ گاڑی میں ڈالا گیا اور دوبارہ جیل میں لے آئے۔ ہر چند کہ لواحقین نے مجھے معاف کر دیا تھا۔ مگر میری رہائی میں قانونی کارروائی باقی تھی۔ مجھے اور میرے رشتہ داروں کو معلوم نہ تھا کہ مجھے کس روز جیل سے رہائی ملے گی۔

آخر کار وہ دن بھی آ گیا کہ مجھے جیلر نے بلا کر بتایا کہ سارے قانونی تقاضے پورے ہو چکے ہیں۔ لہٰذا تمہیں ابھی رہا کیا جا رہا ہے۔ میری زندگی کا نیا آغاز ہو رہا تھا۔ خوشی کے اس موقع پر مجھے اتنا وقت بھی نہ ملا کہ میں اپنے رشتہ داروں کو اطلاع دے سکوں کہ میں رہا ہو چکا ہوں اور میں آ رہا ہوں۔ میں جیل سے نکلا۔ ایک ٹیکسی نظر آئی، میں نے اس کو اشارہ کیا اور لپک کر اس میں بیٹھ گیا۔ میرے ذہن میں اپنا گھر آیا، رشتہ دار یاد آئے، وہ کون سا وقت ہوگا کہ میں ان کے درمیان ہوں گا۔

مگر اچانک ہی میں نے ایک فیصلہ کیا۔ مجھے سب سے پہلے ابو مشہود کے گھر جانا چاہئے تا کہ ان کا شکریہ ادا کروں۔ اس کے بیٹوں کا۔ اس کے بھائیوں اور دیگر رشتہ داروں کا۔ میں نے اپنی یادداشت کو بحال کرنا شروع کیا۔ اٹھارہ سالوں میں ہر چیز ہی بدل چکی تھی۔ میں نے ٹیکسی والے کو گاؤں کا پتہ بتایا اور میں تھوڑی دیر کے بعد ابو مشہود کے خاندان والوں سے مل رہا تھا۔

میرے پاس آپ لوگوں کا شکریہ ادا کرنے کے کلمات نہیں ہیں۔ یہ الفاظ کافی نہیں کہ میں آپ کا شکریہ ادا کروں۔ بلاشبہ اصل بدلہ تو آپ کو اللہ ہی عطاء کرے گا۔ میں ان کو گلے لگا رہا تھا۔ ان کے ماتھے چوم رہا تھا۔ اب مقتول کا بڑا بیٹا مشہود گویا ہوا۔ بیٹھو میں تمہیں اپنی کہانی سناتا ہوں۔ تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے خاندان کی طرف سے ہمیں دس لاکھ ریال کی پیشکش کی گئی اور بعد میں زمین کا قطعہ بھی پیش کیا گیا۔ اس کے علاوہ مجھے کتنے ہی لوگوں نے معاف کرنے کا مشورہ دیا۔ مگر ہم نے ہر پیشکش کو ٹھکرا دیا۔ ایک دن ہم سارے گھر والے اکٹھے ہوئے۔ میری والدہ بھی اب میرے پاس ہی رہتی ہیں۔ میرا چھوٹا بھائی یتیم اب جوان ہو چکا ہے۔ تمام گھر والوں نے مجھے تحریری طور پر لکھ دیا کہ میں جو بھی فیصلہ کروں انہیں منظور ہے۔ میرے پاس جو بھی سفارش لے کر آتا، میرے غصے میں مزید اضافہ ہو جاتا۔ میری آنکھوں کے سامنے والد کی شکل آجاتی جو مجھے بدلہ لینے پر ابھارتی۔ لہٰذا میں نے ہر سفارش ہر مشورہ ٹھکرا دیا۔ میرا ایک ہی جواب ہوتا کہ ہمیں رقم نہیں چاہئے۔ ہم بدلہ چاہتے ہیں۔ صرف بدلہ اور یوں میں نے سب کو انکار کر دیا۔

ایک دن پھر ہم سارے گھر والے اکٹھے ہوئے۔ میں نے ان سے کہا۔ تم لوگوں کا کیا خیال ہے اگر ہم قاتل کو رضائے الٰہی کی خاطر معاف کر دیں اور یہ ہمارے والد کی طرف سے صدقہ ہو۔ اس دن ہم نے بہت غور وفکر کیا۔ بڑی بحث کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ ہاں ہمیں لوجہ اللہ معاف کر دینا چاہئے۔ ہم نے اس بات پر اتفاق کیا کہ کسی کو قطعاً اس بات کا علم نہیں ہونا چاہئے۔

ادھر عدالتی کارروائی جاری تھی۔ ہم سے پوچھا گیا کیا صلح کی کوئی امید یا صورت ہے؟ مگر میں نے مکمل انکار کر دیا۔ حتیٰ کہ الباحہ کی پولیس کو حکم کی تنفیذ کا آرڈر مل گیا۔ مجھ سے آخری مرتبہ پھر پوچھا گیا کہ کیا تم معاف کرتے ہو یا قصاص لینا چاہتے ہو؟ میں نے معاف کرنے سے انکار کر دیا اور قصاص لینے پر اصرار کیا اور پولیس والوں سے کہا کہ میں اپنے بھائیوں اور عزیز واقارب سمیت قصاص کے وقت حاضر ہوں گا۔

پھر جب تمہیں میدان قصاص (عدل) میں لایا گیا، تمہاری آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور تم ہمیں نہیں دیکھ رہے تھے۔ عدالتی اہل کار نے جرم، تمہارا اعتراف جرم اور قاضی کا فیصلہ پڑھ کر سنایا اور پھر جلاد نے تلوار نکال لی وہ تمہاری گردن مارنے جا رہا تھا کہ میں نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روکا اور آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور ساتھ ہی اعلان کیا کہ میں نے اللہ کے لئے تمہیں معاف کر دیا ہے۔

میں کسی شخص سے کوئی تعریف یا مدح نہیں چاہتا تھا۔ میں نے سارا کام اللہ کی رضا کے لئے کیا ہے۔ اگر میں اپنی مدح یا شہرت چاہتا تو جب میرے پاس سفارشیں آرہی تھیں، مجھے دس لاکھ ریال کی پیشکش ہوئی تھی۔ میں اس کو قبول کر لیتا۔ مگر میں نے اپنے والد کی طرف سے صدقہ کیا ہے۔ اللہ اس کو قبول فرمائے اور یوں قارئین! مشہود نے ایک سنہرا فیصلہ کر کے اپنے قبیلے کی تاریخ میں سنہری باب رقم کیا۔

تاریخ خلیفہ بن خیاط بن خلیفہ بن خیاط رحمۃ اللہ علیہ

قسط نمبر:6 ترجمہ: مولانا غلام رسول دین پوری

اسماء مبارکہ شہداء احد

غزوہ احد میں جن حضرات قدسی صفات نے مقام شہادت حاصل کیا ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

۱...... حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ: ان کا تعلق بنو ہاشم بن عبدمناف بن قصی سے ہے۔ انہیں وحشی بن حرب نے جو جبیر بن مطعم کا غلام تھا، قتل کیا۔ (جبیر نے اپنے چچا طعیمہ بن عدی کے بدلے میں جو جنگ بدر میں مارا گیا تھا، قتل کرایا)

۲...... حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ: ان کا تعلق بنو امیہ بن عبدشمس سے ہے۔ جن کے حلیف بنو اسد بن خزیمہ تھے۔ (ان کے قاتل کا نام نہیں بتایا)

۳...... حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بن ہاشم رضی اللہ عنہ: ان کا تعلق بنو عبدالدار سے ہے۔ انہیں ابن قمہ لیثی نے شہید کیا۔

۴...... حضرت شماس بن عثمان بن الشرید: ان کا تعلق قبیلہ بنو مخزوم سے ہے۔ (ان کے قاتل کا نام بھی درج نہیں)

۵...... حضرت عمرو بن معاذ بن نعمان رضی اللہ عنہ:

۶...... حضرت حارث بن رافع رضی اللہ عنہ:

۷...... حضرت عمارہ بن زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ:

۸...... حضرت سلمہ بن ثابت بن وقش رضی اللہ عنہ:

۹...... حضرت عمرو بن ثابت بن وقش رضی اللہ عنہ:

نمبر۵ سے لے کر نمبر۹ تک۔ ان کا تعلق انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کے قبیلہ بنو عبدالاشہل سے ہے۔

ابن اسحاق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ عاصم بن عمر بن قتادہ رضی اللہ عنہ کے باپ ثابت رضی اللہ عنہ بھی اسی (غزوہ احد کے) دن قتل کئے گئے۔ اسی طرح رفاعہ بن قیس رضی اللہ عنہ اور حیل بن جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد گرامی حضرت یمان رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوئے۔ حضرت یمان رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں نے لاعلمی میں شہید کر دیا (بعد میں جب مسلمانوں کو اس کا علم ہوا تو بہت ہی نادم ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت دینے کا قصد فرمایا) تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے معاف فرما دیا۔ اسی طرح صیفی بن قیظی رضی اللہ عنہ اور حباب بن قیظی رضی اللہ عنہ اور

عباد بن سہل ؓ اور حارث بن اوس بن معاذ ؓ وغیرہم کئی حضرات اس غزوہ میں شہید ہوئے۔

۱۰...... حضرت یزید بن حاطب بن امیہ بن رافع ؓ: جن کا تعلق قبیلہ بنو ظفر سے ہے، شہید ہوئے۔

۱۱...... حضرت ایاس بن اوس بن عتیک بن عمرو بن عبدالاعلیٰ بن زعوری بن جشم بن عبدالاشہل ؓ:

۱۲...... حضرت عبید بن التیہان ؓ:

۱۳...... حضرت حبیب بن زید بن تیم ؓ: یہ تینوں اہل راتج میں سے تھے جو اس غزوہ میں شہید ہوئے۔

۱۴...... ابوسفیان بن حارث بن قیس بن زید ؓ:

۱۵...... حضرت حنظلہ بن ابی عامر بن صیفی ؓ: جو غسیل الملائکہ ہیں جن کو شداد بن اسود بن شعوب نے شہید کیا تھا۔ ان دونوں کا تعلق قبیلہ بنی عمرو بن عوف اور بنو صعصعہ سے ہے۔

۱۶...... حضرت انس بن قتادہ ؓ: جن کا تعلق قبیلہ بنی عبید بن زید سے ہے۔

۱۷...... حضرت ابوحیہ ؓ: جو حضرت سعد بن خیثمہ کے بھائی ہیں۔

۱۸...... حضرت عبداللہ بن جبیر ؓ بن نعمان ؓ: جو تیر اندازوں کے امیر تھے۔ ان دونوں کا تعلق قبیلہ بنی ثعلبہ بن عمرو بن عوف سے ہے۔

۱۹...... حضرت خیثمہ ابوسعد بن خیثمہ ؓ: جن کا تعلق قبیلہ بنو سلم بن مالک بن اوس سے ہے۔ (ان کا بیٹا حضرت سعد ؓ غزوۂ بدر میں شہید ہوا اور یہ) غزوہ احد میں شہید ہوئے۔

۲۰...... حضرت عبداللہ بن سلمہ ؓ: جن کا تعلق بنو العجلان سے ہے۔

۲۱...... حضرت سبیع بن حاطب بن حارث بن ہیشہ ؓ: جن کا تعلق بنو معاویہ بن مالک سے ہے۔

۲۲...... حضرت عمرو بن قیس ؓ:

۲۳...... حضرت قیس بن عمرو ؓ

۲۴...... حضرت ثابت بن عمرو بن زید ؓ:

۲۵...... حضرت عامر بن مخلد ؓ: یہ چاروں بنو نجار اور بنو سواد بن مالک سے تعلق رکھتے ہیں۔

۲۶...... حضرت ابوہبیرہ بن حارث بن عمرو بن ثقف بن مالک بن مبذول ؓ:

۲۷...... حضرت عمرو بن مطرف بن عمرو: یہ دونوں بنو عمرو بن مبذول سے تعلق رکھتے ہیں۔

۲۸...... حضرت اوس بن منذر: ان کا تعلق قبیلہ بنو عمرو بن مالک سے ہے۔

۲۹...... حضرت انس بن نضر ؓ بن ضمضم بن زید بن حرام ؓ: ان کا تعلق قبیلہ بنو عدی بن نجار سے ہے۔ (یہ بھی غزوۂ احد میں شہید ہوئے اور ان کے جسم پر تیر و تلوار کے اسی سے زیادہ زخم تھے)

۳۰...... حضرت قیس بن مخلد ؓ:

۳۱...... حضرت کیسان ؓ: ان دونوں کا تعلق قبیلہ بنو مازن بن نجار سے ہے۔

۳۲...... حضرت سلیم بن حارث ؓ: یہ قبیلہ بنو دینار بن نجار کے غلام تھے۔

۳۳...... حضرت خارجہ بن زید بن ابی زہیر ؓ:

۳۴...... حضرت سعد بن الربیع بن ابی زہیر ؓ:

۳۵...... حضرت اوس بن ارقم بن زید بن قیس ؓ: ان تینوں کا تعلق قبیلہ بنو حارث بن خزرج سے ہے۔ یہ تینوں بھی غزوۂ احد میں شہید ہوئے اور پہلے دو شہیدوں کو اکٹھے ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔

۳۶...... حضرت مالک بن سنان بن عبید بن ثعلبہ بن عبد بن ابجر ؓ: (یہ حضرت ابوسعید خدری ؓ کے والد ماجد ہیں)

۳۷...... حضرت سعد بن سوید بن قیس ؓ:

۳۸...... حضرت عتبہ بن ربیع ؓ: ان تینوں کا تعلق قبیلہ بنو ابجر سے ہے جس کا دوسرا نام بنو خدرہ بھی ہے۔

۳۹...... حضرت ثعلبہ بن سعد بن مالک ؓ:

۴۰...... حضرت ثقیف بن فروہ بن البدی ؓ: (اور بعض حضرات نے ''البدک'' کہا ہے) یہ دونوں قبیلہ بنو ساعدہ بن کعب بن خزرج سے تعلق رکھتے ہیں۔

۴۱...... حضرت عبداللہ بن عمرو بن وہب بن ثعلبہ ؓ:

۴۲...... حضرت ضمرہ ؓ: ان دونوں میں سے پہلے کا تعلق بنو طریف سے ہے جو حضرت سعد بن معاذ ؓ کا قبیلہ ہے اور حضرت ضمرہ ان کے حلیف تھے جن کا تعلق قبیلہ جہینہ سے ہے۔

۴۳...... حضرت نوفل بن عبداللہ ؓ:

۴۴...... حضرت عباس بن عبادہ بن نضلہ بن مالک بن العجلان ؓ:

۴۵...... حضرت نعمان بن مالک بن ثعلبہ ؓ:

۴۶...... حضرت مجذر بن ذیاد ؓ: ان کو حارث بن سوید بن صامت نے قتل کیا۔ پھر یہ شخص کافر بن کر مشرکین مکہ سے جاملا۔

۴۷...... حضرت عبادہ بن حسحاس ؓ: (ان کو اور حضرت نعمان بن مالک ؓ اور حضرت مجذر بن ذیاد ؓ کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا) ان پانچ حضرات کا تعلق قبیلہ بنی عوف بن خزرج اور بنو سالم اور بنو مالک بن عجلان بن زید بن غنم بن سالم سے ہے۔

۴۸...... حضرت رفاعہ بن عمرو ؓ: ان کا تعلق قبیلہ بنی حبلی سے ہے۔

۴۹...... حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام ؓ: یہ حضرت جابر ؓ کے والد ہیں۔ ان کو اسامہ بن عبید الاعور نے

قتل کیا تھا اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ ابن زید نے قتل کیا جس کا تعلق بنوحارث بن عبد سے ہے۔

۵۰...... حضرت عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ: ان کو اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ دونوں کو ایک ہی قبر میں جبل احد کے قریب دفن کیا گیا۔

۵۱...... حضرت خلاد بن عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ:

۵۲...... حضرت ابوایمن بن عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ: یہ چاروں قبیلہ بنوسلمہ اور بنوحرام سے ہیں۔

۵۳...... حضرت سلیم بن عمرو بن حدیدۃ رضی اللہ عنہ:

۵۴...... حضرت عنترہ رضی اللہ عنہ: (جو حضرت سلیم رضی اللہ عنہ کے غلام ہیں)

۵۵...... حضرت سہل بن قیس بن ابی کعب بن القین رضی اللہ عنہم: ان تینوں کا تعلق بنوسواد بن غنم سے ہے۔

۵۶...... حضرت ذکوان بن عبدقیس رضی اللہ عنہ: یہ بھی غزوہ احد میں شہید ہوئے۔

۵۷...... حضرت عبید بن المعلیٰ بن لوذان رضی اللہ عنہ: ان کا انتقال غزوہ احد کے موقع پر ہوا۔

الحاصل: غزوہ احد میں مہاجرین وانصار صحابہ رضی اللہ عنہم اور وہ مسلمان جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس غزوہ میں شریک ہوکر درجۂ شہادت پر فائز ہوئے، ان کی تعداد (حسب تصریح صاحب کتاب تاریخ خلیفہ بن خیاط رحمہ اللہ) کم وبیش پینسٹھ (۶۵) ہے۔ خلیفہ بن خیاط رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہمیں یزید بن زریع رحمہ اللہ نے سعید رحمہ اللہ، قتادہ رحمہ اللہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ غزوۂ احد کے موقع پر مسلمانوں کے ستر افراد شہید ہوئے۔

غزوۂ حمراء الاسد

ابن اسحاق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ غزوۂ احد سے واپسی کے اگلے روز ۱۶؍شوال بروز یک شنبہ (جب قریش کا لشکر مقام روحاء پر پہنچا اور ان کے دوبارہ لوٹنے اور حملہ کرنے کی خبر ہوئی تو) رسول اللہ ﷺ کے ایک منادی (یعنی حضرت بلالؓ) نے یہ اعلان کیا کہ تیاری کرو! اور دشمن اسلام کا تعاقب کرو اور ساتھ ہی یہ منادی کی کہ آج ہمارے ساتھ صرف وہی حضرات چلیں جو کل گزشتہ (بروز شنبہ) معرکۂ احد میں شریک ہوئے تھے۔ یہ سنتے ہی حضرت جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرامؓ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ! (ﷺ) میرے والد تو غزوۂ احد میں شریک ہوئے (اور جام شہادت نوش فرمایا) اور مجھے گھر میں بہن بھائیوں کی خبر گیری کے لئے رکھا (جس کی وجہ سے میں غزوۂ احد میں شریک نہیں ہوسکا) لہٰذا اب میں ساتھ جانے کی اجازت چاہتا ہوں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں ساتھ چلنے کی اجازت مرحمت فرمائی تو وہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ تشریف لے گئے۔

ابن اسحاق ؒ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (۱۶ رشوال یک شنبہ کے روز) مدینہ منورہ سے تشریف لے جا کر مقام حمراء الاسد پہنچے جو مدینہ منورہ سے آٹھ (یا دس) میل کے فاصلے پر واقع ہے اور سوموار، منگل اور بدھ تین دن وہاں مقیم رہے۔ پھر واپس مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔

ابن اسحاق ؒ کہتے ہیں کہ مجھے عبداللہ بن ابی بکر ؒ نے بتایا کہ جب رسول اللہ ﷺ حمراء الاسد مقام میں مقیم تھے تو قبیلہ خزاعہ کا سردار معبد خزاعی جو ان دنوں مشرک تھا رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا اور یہ کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ان مصائب وتکالیف پر صبر کی توفیق دے جو غزوۂ احد میں آپ کو اور آپ کے اصحاب کو پہنچیں۔ یہ کہا اور رسول اللہ ﷺ سے چل دیا۔ ابھی رسول اللہ ﷺ حمراء الاسد مقام ہی میں تھے تو وہ مقام روحاء میں ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں سے جا کر ملا اور دیکھا کہ ابوسفیان اور اس کے ساتھی اکٹھے ہو کر دوبارہ رسول اللہ ﷺ کی طرف مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی غرض سے آنا چاہتے ہیں اور معبد خزاعی سے یہ کہنے لگے کہ احد میں مسلمانوں کی طرف سے ہمیں اور ہمارے سرداروں کو بہت ہی زیادہ تکلیف پہنچی ہے اور مسلمانوں کے ہر چھوٹے بڑے فرد سے ہمیں عبرتناک سزا ملی ہے۔ اس لئے اب ہمیں وہ ٹیسیں بدلہ لینے پر مجبور کر رہی ہیں۔ معبد خزاعی یہ سن کر گھبرایا اور چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا۔ ابوسفیان نے کہا (لگتا ہے تو مسلمانوں کے ہاں سے آ رہا ہے تو بتا) مسلمان اب کس حال میں ہیں؟ اور کیا کر رہے ہیں؟ معبد نے کہا: محمد (ﷺ) تو بہت بڑی عظیم الشان جماعت لئے تمہارے مقابلے اور تعاقب کے لئے آ رہے ہیں اور انہوں نے تمہارے مقابلے کے لئے وہ آگ گرم کر رکھی ہے کہ آج تک اس طرح کی سلگتی آگ میں نے نہیں دیکھی۔ نیز اب تمہارے تعاقب کے لئے ہر وہ فرد شریک ہو کر آ رہا ہے جو پہلے غزوہ احد میں شریک نہیں ہوا تھا۔ ابوسفیان (معبد خزاعی کا) یہ بیان سن کر اپنے ساتھیوں سمیت مکہ واپس ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ تین دن قیام فرما کر جمعہ مدینہ منورہ آ کر پڑھایا۔

مسافران آخرت

☆...... قاری محمد رفیق خطیب اسلام آباد
☆......والدہ محترمہ مولانا عبدالکریم ندیم
☆...... اہلیہ محترمہ مولانا محمد یوسف خان لاہور
☆......عطاء محمد برادر مولانا سرور شعیب

ادارہ لولاک تمام مرحومین کے پسماندگان کے غم میں برابر کا شریک ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ رب العزت ان تمام مرحومین کی لغزشوں کو معاف فرمائیں اور ان تمام کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں۔ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔ قارئین لولاک سے درخواست ہے کہ تمام مرحومین کے لئے ایصال ثواب کا اہتمام فرمائیں۔

ایک ہفتہ شیخ الہند کے دیس میں

ڈاکٹر قاری محمد طاہر

یہ ایک کتاب کا نام ہے جو پہلی مرتبہ ۲۰۱۴ء میں شائع ہوئی۔ پیش نظر ایڈیشن اس کا تیسرا ہے جو عامۃ الناس میں اس کی قبولیت کی علامت ہے۔ کتاب کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان نے شائع کیا ہے۔ کتاب کے صفحات ۱۹۲ اور قیمت ۱۵۰ روپے ہے۔

کتاب کے مصنف معروف عالم دین مبلغ ختم نبوت مولانا اللہ وسایا ہیں۔ انہوں نے کتاب کا انتساب مولانا فضل الرحمٰن کے نام کیا ہے۔ جو پچھلی نصف صدی سے پاکستان کے سیاسی افق پر موجود ہیں اور اپنا وزن منوا رہے ہیں۔ کتاب کے مندرجات اس سفر کی روئیداد پر مشتمل ہیں جو پاکستان کے چیدہ اور چنیدہ علماء کے دورے نے اختیار کیا جو دو برس پیشتر سرزمین ہند کے مختلف شہروں میں گئے۔ یہ سفر ۱۱ دسمبر ۲۰۱۳ء کو شروع ہوا اور ۱۸ دسمبر کو اختتام پذیر ہوا۔ کتاب کے پہلے چندرہ صفحات پر ہندوستان میں مدفون اکابر کے مختلف مقابر کی تصاویر ہیں جو ان کی عظمت کی یادوں کو تازہ کرتی ہیں۔ ہماری دانست میں ان مقابر کے نیچے اگر مقامات کا تذکرہ بھی کر دیا جاتا تو زیادہ بہتر تھا کہ تصویری ابلاغ تاثیر کے لحاظ سے دوچند ہوتا ہے۔

بعض اکابر کے مقابر کی کچھ تصاویر کتاب کے اندرونی صفحات ۱۱۲،۱۱۳ کے مابین اوراق پر بھی موجود ہیں۔ ان اکابر میں شاہ رفیع الدین محدث دہلوی ؒ، شاہ عبدالغنی ؒ، شاہ عبدالقادر ؒ، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی ؒ، شاہ ولی اللہ دہلوی ؒ، شاہ عبدالعزیز ؒ، حضرت امیر خسرو ؒ، حضرت نظام الدین اولیاء ؒ، مولانا رشید احمد گنگوہی ؒ، مولانا ابوالکلام آزاد ؒ، مولانا محمد الیاس ؒ، مولانا محمد یوسف ؒ، مولانا انعام الحسن ؒ جیسے اکابر کے مزارات کی ہیں۔ ایک تصویر مرزا غالب کے مزار کی بھی ہے جو برصغیر میں اردو شاعری کے امام تھے۔

کہنے کو یہ سفرنامہ ہے۔ لیکن اس میں بہت سے اکابر کے حالات زندگی کو بھی اس طرح سمو دیا گیا ہے کہ سفرنامہ کی لذت بھی باقی رہتی ہے اور پانچ صدیوں پر محیط اکابر کی زندگیوں کے حالات تاریخ کے اوراق کی طرح کتاب میں کھلتے چلے جاتے ہیں۔ عموماً کہا جاتا ہے کہ تقریر کا بندہ تحریر کا نہیں ہوتا۔ یہ مقولہ کتاب کے مصنف مولانا اللہ وسایا پر صادق نہیں آتا۔ دیگر احراری علماء کی طرح آپ اصلاً تقریر کے شناور ہیں لیکن تقریر کے ساتھ تحریر کا ملکہ بھی بہت رکھتے ہیں۔ ان کی تحریر میں ادبی چاشنی بھی خوب ملتی ہے۔ کتاب میں احرار کا وصفی رنگ بھی موجود ہے۔ اس حوالے سے محبت آمیز طنزیہ جملے لذت مطالعہ میں نمک کا کام دے جاتے ہیں۔

مولانا نے ایک جگہ لکھا ہے کہ خیر سے یہاں انڈیا کی احرار الاسلام کی بھی جمیعت العلماء ہند سے نہیں بنتی۔ تصادم تو نہیں لیکن باہمی یکجہتی کی کیفیت بھی نہیں۔ انڈیا میں سکھوں نے کرپان رکھنا اپنا شعار منوالیا ہے۔ جواب آں غزل میں مولانا حبیب الرحمٰن ثانی نے تلوار رکھنے کا اپنا حق حکومت سے منوالیا ہے۔ وہ تلوار ہر جگہ اپنے ساتھ رکھتے ہیں اور انڈیا میں تلوار والے مولوی کے نام سے مشہور ہیں۔

صاحب تصنیف کی عبارات سے محسوس ہوتا ہے کہ موصوف تصوف سے بھی گہرا علاقہ رکھتے ہیں۔ سفر نامہ لکھتے لکھتے جہاں مختلف اکابر تصوف کا ذکر آتا ہے تو ان بزرگوں کے حالات کا ذکر عقیدت کرتے کرتے دور تک نکل جاتے ہیں۔ بلکہ اس تذکرے میں مستغرق ہو جاتے ہیں۔ پھر طائر پرواز اصل موضوع کی طرف آتا ہے تو فوراً پلٹتے ہوئے کہتے ہیں صدائے عاشق میں کہاں کہاں سے گزر گیا۔ چلئے واپس چلتے ہیں۔ یہ کیفیت کئی جگہ پیش آتی ہے۔ سفر کے شرکاء حضرت مجدد الف ثانی ؒ کے مزار پر بھی گئے۔ حضرت مجدد ؒ کے بارے میں شاعر مشرق علامہ اقبال نے فرمایا:

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر
وہ خاک پہ ہے زیر فلک مطلع انوار
اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے گرمی احرار
وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہباں
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبر دار

حضرت مجدد الف ثانی ؒ کا مقام و مرتبہ دنیا کے مسلمانوں میں مسلم ہے۔ ان کا مزار ہندوستان کے علاقہ سرہند میں ہے۔ پاکستان کی تشکیل کے بعد بھی آج تک ان کا مدفن مرجع خلائق ہے۔ لوگ جوق در جوق ان کے مزار پر بغرض فاتحہ حاضر ہوتے ہیں۔ صرف مسلمان ہی نہیں ہندو بھی اور سکھ بھی۔ وفد کے ارکان نے حضرت مجدد ؒ کے مزار پر بھی حاضری دی۔ اس حاضری کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہماری موجودگی میں عصر کی اذان ہوئی۔ آج بھی حضرت مجدد صاحب ؒ کے مزار مبارک کی مسجد شریف میں صلوٰۃ وسلام کے بغیر اذان ہوتی ہے۔''

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ تشکیل پاکستان سے پہلے پورے ہندوستان میں اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا طریق رائج نہ تھا۔ یہ صورت تشکیل پاکستان کے بعد پاکستان میں جاری ہوئی جس کو ایک طبقہ

بدعت قرار دیتا ہے۔ یہ کب اور کیوں شروع ہوا۔ یہ بات تحقیق طلب ہے۔ کیونکہ اگر یہ شرعی حکم ہے تو اس میں تواتر ضروری ہے۔ اس کی پابندی بھی ضروری ہے۔ اگر اس میں تواتر نہیں تو یہ شرعی حکم نہیں۔ بعد کی اختراع ہے اور اس کا ترک لازم ہے۔ بہر حال یہ معاملہ تحقیق کا ہے۔ مؤذن اول حضرت بلالؓ سے یہ ثابت نہیں۔ یہ بات واضح ہے کہ یہ طریقہ صرف پاکستان کی چند مساجد میں رائج ہے۔ پاکستان کے علاوہ عالم اسلام میں نہیں ہے۔

مولانا اللہ وسایا کی زندگی کا مشن محاسبۂ قادیانیت ہے۔ اگر چہ کتاب کا نام ''شیخ الہند کے دیس میں'' ہے۔ تاہم محاسبۂ قادیانیت کا غلبہ کسی نہ کسی طرح تحریر پر غالب نظر آتا ہے۔ کسی نہ کسی طور پر ان سارقان ختم نبوت کے تار پود بکھرتے جاتے ہیں۔ قادیانیت کے تذکرے میں ان کا قلم خنجر براں کا روپ دھار لیتا ہے یا سیف چشتیائی بن جاتا ہے۔ اس معاملے میں ان کے ہاں سمجھوتہ ناممکن۔ بلکہ رد رعایت کی بھی گنجائش نہیں۔

مولانا اللہ وسایا کو دنیا میں سب سے زیادہ اگر کسی سے کد ہے تو سارقان ختم نبوت ہی سے ہے۔ اس لئے اس سفر میں جہاں کہیں کوئی ایسا مقام آیا جہاں کسی بھی حوالے سے قادیانیت یا مرزا غلام احمد یا اس کے متبعین کا حوالہ ملتا ہے۔ مولانا اللہ وسایا کا یادوں بھرا دل اس جگہ مچل جاتا ہے اور وہ اس مقام سے متعلق یادوں کے سمندر میں اترتے نظر آتے ہیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

''عیدگاہ امرتسر میں مرزا قادیانی سے مولانا عبدالحق غزنوی ؒ کا مباہلہ ۲۷ مئی ۱۸۹۳ء میں ہوا۔ مولانا عبدالحق غزنوی ؒ کا اشتہار خود قادیانی کتاب تبلیغ رسالت ج ۳ ص ۵۲ اور مرزا قادیانی کا اشتہار ''سچائی کا اظہار'' میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ مرزا قادیانی ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مرا۔ مولانا عبدالحق غزنوی ؒ مرزا قادیانی کے مرنے کے نو سال بعد تک زندہ رہے۔ آپ کا وصال ۱۶ مئی ۱۹۱۷ء کو ہوا۔''

ایک جگہ لکھتے ہیں: ''رئیس الاحرار کے پوتے اور پڑپوتے باپ اور بیٹا نے مجلس احرار الاسلام ہند کو متحرک رکھا ہوا ہے۔ یہاں سے ایک پرچہ شائع کرتے ہیں۔ ختم نبوت کا کام اس علاقے میں بڑے دھڑلے سے کر رہے ہیں۔ قادیانیت ان کے نام سے متوحش ہو جاتی ہے۔''

کوئی بھی کتاب لکھنے اور چھاپنے میں کتنی بھی احتیاط برتی جائے اغلاط سے مبرا نہیں ہوتی۔ کتاب پر تبصرہ بھی اس سے مبرا نہیں۔ امید ہے صاحب کتاب اگلی اشاعت میں اغلاط سے کتاب کو مزید پاک کریں گے۔ تاکہ قاری کا حق مطالعہ مجروح نہ ہو۔

''شیخ الہند کے دیس میں'' پوری کتاب اول تا آخر معلومات کا خزانہ ہے۔ کتاب کی ایک ایک سطر کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جا است کی کیفیت رکھتی ہے اور اہل مطالعہ کے لیے انتہائی دلچسپی کا سامان خوب موجود ہے۔

روشن ستارہ

محمد متین خالد

’’لکل فرعون موسیٰ‘‘ کے مصداق جب بھی کوئی فرعون پیدا ہوتا ہے تو قدرت اس کی سرکوبی کے لئے کسی موسیٰ کا اہتمام کر دیتی ہے۔ جھوٹے مدعی نبوت آنجہانی مرزا قادیانی کے دور میں تحفظ ختم نبوت کے محاذ پر حضرت پیر مہر علی شاہ ؒ کا وجود عطیہ خداوندی تھا۔ یہ بات پورے تیقن کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ اگر آپ فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے سلسلہ میں اپنی بے پناہ جدوجہد نہ کرتے تو اس ارتدادی سیلاب کو روکنا مشکل بلکہ شائد ناممکن ہو جاتا۔

بالکل اسی طرح دور حاضر میں شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب کی شخصیت ایک نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں۔ وہ انگریزی محاورے "A man in a thousand" یعنی ’’لاکھوں میں ایک‘‘ کے مصداق ہیں۔ ان کا شمار ان نابغہ روزگار شخصیات میں ہوتا ہے جو تقریباً پانچ دہائیوں سے منکرین ختم نبوت قادیانیوں کی اندرون ملک اور بیرون ممالک مذموم سرگرمیوں پر یکساں نظر رکھتے ہیں۔ اپنی تمام تر تبلیغی وتدریسی مصروفیات کے باوجود وہ تحریر وتالیف کے میدان میں تواتر کے ساتھ گامزن ہیں۔ وہ کئی معروف کتابوں کے مصنف اور مرتب ہیں۔ ایسی تمام کتابیں جن میں تحریک ختم نبوت 1953ء، تحریک ختم نبوت 1974ء، قادیانی شبہات کے جوابات، آئینہ قادیانیت، یاد دلبراں، احتساب قادیانیت (ساٹھ جلدیں) اور قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کی مصدقہ رپورٹ شامل ہیں۔ شائع ہو کر ہر کس وناکس سے داد وتحسین حاصل کر چکی ہیں۔

حال ہی میں (تین جلدوں میں) ان کی شائع ہونے والے کتاب ’’چمنستان ختم نبوت کے گلہائے رنگارنگ‘‘ منظر عام پر آئی ہے۔ اس میں ایسے حضرات (جو اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں) کا تذکرہ ہے جنہوں نے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے گرانقدر خدمات انجام دیں۔ میں نے اس کتاب کا جستہ جستہ مطالعہ کیا ہے۔ ہر سطر معلوماتی، پرلطف اور دلچسپی سے لبریز ہے۔ حضرت مولانا کو لکھنے پڑھنے کا بے حد شوق ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ جنون ان کے خون میں گردش کرتا ہے۔ کتاب کا پہلا حصہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی امراء، نائب امراء، ناظمین، اراکین مجلس شوریٰ اور مبلغین کے حالات پر مشتمل ہے۔ باقی دو جلدوں میں دیگر حضرات کا تذکرہ ہے۔

اس کتاب کو مجاہدین تحفظ ختم نبوت کا انسائیکلو پیڈیا بھی کہا جا سکتا ہے۔ اس میں آپ کو بعض ایسی شخصیات کا تذکرہ بھی پڑھنے کو ملے گا جن کی خدمات کا ایک زمانہ معترف ہے۔ مگر ان کی تحسین پر کسی نے آج تک کسی کتاب یا رسالہ میں ایک سطر بھی نہیں لکھی۔ یعنی زیادہ تر ایسے حضرات کا تذکرہ ہے جو ماضی کی گرد میں گم ہو چکے ہیں۔ تاہم حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب کے قلم نے انہیں ہمیشہ کے لئے یادگار بنا دیا ہے۔ ان حضرات میں کچھ معروف ہیں، کچھ غیر معروف اور بعض بالکل گمنام۔ یہ حضرات کسی نہ کسی طرح تحفظ ختم نبوت کے کام سے وابستہ رہے ہیں۔ بعض شخصیات تو بلاشبہ ''نشان رہ منزل'' کی حیثیت رکھتی ہیں اور ان کا تذکرہ پڑھنے کے لائق ہے۔ حضرت مولانا نہایت مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے ایسی تمام شخصیات کو اپنے قلم کی روشنائی سے اجال دیا جو اب تاریخ کے صفحات پر ہمیشہ جگمگاتی رہیں گی۔

میرے خیال میں تحفظ ختم نبوت کا کام کرنے والے ہر کارکن کے لئے اس کتاب کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ تاکہ اسے رہنمائی مل سکے کہ اس مقدس محاذ پر کس نے کون سی ذمہ داریاں کن حالات میں کیسے انجام دیں۔ مزید براں اس سے قاری کے دل میں مجاہدین ختم نبوت سے محبت واحترام کے جذبات بھی پیدا ہوتے ہیں۔

اس خوبصورت کتاب کی اشاعت پر حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب تمام مکاتب فکر کی طرف سے زبردست تحسین وستائش کے مستحق ہیں۔ ان کے شوق واستقلال سے امید ہے کہ وہ آئندہ بھی ایسی عمدہ کتابیں تالیف کرتے رہیں گے:

''اللہ کرے یہ مرحلہ شوق نہ ہو طے''

ختم نبوت کانفرنس کنری

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ۱۱ راگست بروز جمعرات بعد نماز عشاء بخاری چوک میں عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ قاری عبدالمجید نے تلاوت کلام پاک سے آغاز فرمایا۔ مولانا قاری کامران، مولانا محمد علی صدیقی اور مولانا مفتی محمد راشد مدنی کا ہوا۔ مفتی صاحب نے حضرت امام مہدی علیہ الرضوان اور حیات سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے عنوان پر مدلل گفتگو فرمائی۔ آخری بیان مولانا صبغت اللہ جوگی کا ہوا۔

مولانا مختار احمد مبلغ ختم نبوت کنری نے اسٹیج سیکرٹری کے فرائض سرانجام دیئے اور دور دراز سے آنے والے حضرات مولانا نور محمد قرائی، مولانا قاری عبدالستار، مولانا محمد یعقوب نعمانی، قاری محمد قاسم، انتظامیہ اور پولیس افسران کا شکریہ ادا کیا۔ کنری جماعت نے کانفرنس کی تیاری سے کامیابی تک ہر طرح سے محنت کی اور کانفرنس کو کامیابی سے ہمکنار کیا۔

صاجزادہ طارق محمود رحمۃ اللہ علیہ ...... چند یادیں چند باتیں

محمد ندیم نواز بھلی

مدیر ''لولاک'' صاجزادہ طارق محمود رحمۃ اللہ علیہ کو آج ہم سے بچھڑے ۱۰ برس ہوگئے ہیں۔ وہ ستاون برس کی عمر میں ہارٹ اٹیک کے باعث انتقال فرماگئے تھے۔ آپ مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ کے اکلوتے صاجزادے تھے۔ مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ کی وفات (۲۰رجنوری ۱۹۸۴ء) کے بعد صاجزادہ طارق محمود رحمۃ اللہ علیہ نے والد گرامی کے جانشین کی حیثیت سے متعدد ذمہ داریوں کو سنبھالا اور خوب نبھایا۔ مولانا مرحوم کی اچانک وفات کے ساتھ ہی صاجزادہ طارق محمود رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی اسم گرامی بطور چیف ایڈیٹر لولاک شائع ہونا شروع ہوگیا۔ مولانا مرحوم کے اکلوتے صاجزادے آپ کے جانشین قرار پائے۔

صاجزادہ طارق محمود رحمۃ اللہ علیہ سے پہلی ملاقات ۲۷رجنوری ۱۹۸۴ء کو ہوئی۔ جب راقم حضرت مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر اظہار تعزیت کے لئے جامع مسجد محمود اور دفتر لولاک جو کہ دراصل مولانا مرحوم کی ''بیٹھک'' تھی۔ حاضر ہوا۔ عصر کے بعد کا وقت تھا۔ دفتر تعزیت کے لئے آنے والے مہمانوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ حضرت کو پہلی بار دیکھا۔ درمیانہ قد، بھرا جسم، گول چہرہ۔ دلفریب تبسم، چہرہ پر چھوٹی چھوٹی داڑھی۔ سر پر سفید ٹوپی، واقعی حضرت بہت پیارے لگے۔ کچھ رش کم ہوا تو عرض کیا کہ میں اور میرے والد صاحب ڈاکٹر محمد نواز سجاد بھلی رحمۃ اللہ علیہ گوجرہ سے مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ کی تعزیت کے لئے خصوصی طور پر حاضر ہوئے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ تشریف رکھیں۔ چائے پی کر جایئے گا۔ حضرت نے اتنے تبسم اور چاہت سے چائے نوشی کا فرمایا کہ ہم انکار نہ کرسکے۔ احتراماً خاموش ہوگئے۔ اب تک حضرت حاضرین میں چائے کے کئی راؤنڈ چلا چکے تھے۔ کچھ تاخیر کے بعد چائے آئی۔ حضرت نے خلوص بھرے انداز سے ہم کو نوش کروائی۔ اللہ اللہ اس چائے میں نہ جانے کتنی چاہت تھی، کتنا خلوص تھا، نہ جانے حضرت نے اس میں اپنا کتنا پیار چینی کی شکل میں چمچ کے ساتھ گھول کر پلایا تھا کہ وہ دن اور آج کا دن میں مسلسل ۳۳ برس سے اس چائے کی چاہت میں اس در پر بلکہ اب ان ہر دو حضرات (حضرت مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ اور صاجزادہ طارق محمود رحمۃ اللہ علیہ) کے مرقدوں کے در پر حاضر ہوئے جارہا ہوں۔ یہ سلسلہ ابھی رکا نہیں، تھما نہیں۔ یہ تھی میری حضرت صاجزادہ طارق محمود رحمۃ اللہ علیہ سے پہلی یادگار ملاقات اور اس کے احوال۔

صاجزادہ طارق محمود رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری بار زیارت ۱۷رفروری ۱۹۸۴ء کو سیالکوٹ میں ہوئی۔ مجلس نے ۱۷رفروری ۱۹۸۴ء کو ڈونگا باغ مسجد سیالکوٹ میں بروز جمعۃ المبارک یوم دعا منانے کا اعلان کررکھا

تھا۔ راقم اس پروگرام میں شرکت کے لئے ایک روز قبل گوجرہ سے اپنے ننھیال بھوپال والا سمبڑیال روڈ سیالکوٹ پہنچ گیا۔ وہاں سے اگلے روز مذکورہ بالا مسجد میں پہنچ گیا۔ مسجد کا تمام احاطہ کارکنوں سے بھرا ہوا تھا۔ نماز جمعہ کے بعد صحن میں اسٹیج سجا۔ بہت سے علماء وکارکنوں نے خطاب کیا۔ ماحول کو خوب گرمایا۔ کچھ مقررین کے بعد خصوصی تعارف واستقبال کے ساتھ صاحبزادہ طارق محمود ؒ کو دعوت خطاب دی گئی۔ راقم نے حضرت کو اس پروگرام میں پہلی بار خطاب کرتے ہوئے سنا۔ آپ کی تقریر اپنے والد گرامی کی وفات کے موقع پر کی گئی۔ تقریر کا ہی عکس تھی۔ آپ نے احراری لہجہ میں مختصر خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ قادیانیو! یاد رکھنا مولانا تاج محمود ؒ ہمارے لئے مرے ہیں تمہارے لئے نہیں۔

یہ سلسلہ ۱۹۸۴ء سے ۱۹۸۶ء تک خوب جاری رہا۔ اس دوران سالانہ دوروزہ ختم نبوت کانفرنس گوجرہ ۱۹۸۴ء، ۱۹۸۵ء، ۱۹۸۶ء کی تفصیلی رپورٹیں بھی راقم کے قلم سے لولاک میں شائع ہوئیں جن سے خوش ہوکر لاہور کے جناب محمد متین خالد صاحب نے مجھے ایک نہایت متبرک کتاب ''مکتوبات نبوی'' ارسال کی۔ جس پر انہوں نے ازراہ حوصلہ افزائی فرمایا کہ آپ کا قلم قادیانیت کے خلاف تلوار ہے۔

اس زمانہ میں ماہ اکتوبر میں مسلم کالونی چناب نگر میں دوروزہ ختم نبوت کانفرنس ہوتی تھی جس کی داغ بیل حضرت مولانا تاج محمود ؒ ڈال کر گئے تھے۔ چونکہ چنیوٹ سے تازہ تازہ یہ کانفرنس چناب نگر منتقل ہوئی تھی تو اس کو کامیاب بنانے کے لئے مجلس بہت محنت کیا کرتی تھی۔ مبلغین گوجرہ کا بھی دورہ کیا کرتے تھے۔ خصوصا مولانا ممتاز الحسن گیلانی ؒ کی اکثر گوجرہ آمد ہوا کرتی تھی۔ ان کی ترغیب پر گوجرہ سے دوبسوں کا قافلہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں جایا کرتا تھا تو راقم الحروف نے بھی چناب نگر کی تمام کانفرنسوں میں شرکت کی۔ وہیں پر ملک کے اور مجلس کے ان گنت علماء ومقررین کو سننے کا موقع ملا۔ خصوصا صاحبزادہ طارق محمود ؒ کا خطاب بھی ہر سال وہاں سننے کو ملتا اور ملاقات بھی ہو جاتی تھی۔ اس زمانہ میں صاحبزادہ صاحب کی سرپرستی میں فیصل آباد کے ڈاکٹر قاری محمد صولت نواز اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر کانفرنس کے شرکاء کے لئے میڈیکل کیمپ لگایا کرتے تھے۔ اس طرح ڈاکٹر صاحبان، محمد متین خالد، حضرت مولانا اللہ وسایا اور دیگر حضرات سے صاحبزادہ طارق محمود ؒ اور لولاک کے حوالے سے آسانی ملاقاتیں ہوجایا کرتی تھیں۔

گوجرہ کی ختم نبوت کانفرنسوں سے حضرت صاحبزادہ طارق محمود ؒ کا بھی خصوصی خطاب ہوتا رہا۔ اس موقع پر بھی حضرت سے ملاقات ہو جاتی تھی۔ صاحبزادہ صاحب کی دو شدید خواہشیں تھیں جن کا وہ اکثر اظہار کرتے تھے۔ ایک یہ کہ جتنی میں محنت کرتا ہوں مقامی میڈیا اس کو اجاگر نہیں کرتا۔ دوسرا ''لولاک'' میں تصویر کی اجازت۔ ان کا دل چاہتا تھا کہ وہ میڈیا کے شہر لاہور میں جاکر محنت کریں اور لولاک میں تصاویر

شائع ہوں۔ لیکن دونوں خواہشیں پوری ہونا مشکل رہا۔ کئی جماعتی مجبوریاں وپابندیاں تھیں۔ یادرہے کہ حضرت صحافتی وخطابتی میدان میں بہت محنت کرتے تھے۔ ایک طرف ہر جمعہ کو مسجد میں خطبہ، پھر اس خطبہ کو تحریری ڈھنگ دے کر لولاک میں شائع کرنا۔ آئے روز جماعتی، ملکی ومقامی حالات ومسائل پر پریس ریلیز تیار کر کے خصوصاً نوائے وقت اور عوام کو جاری کرنا۔ علاوہ ازیں ایوان وقت کے تحت ہونے والے مذاکروں میں شرکت کر کے اپنا نقطۂ نظر واضح کرنا۔ شہر بھر میں اور بیرون شہر تقاریر کرنا۔ لیکن پریس میں ان سرگرمیوں کو بھرپور جگہ نہ ملتی تھی۔ اس لئے آپ کا دل کیا کرتا تھا کہ لاہور میں ہوں تو ہماری محنت کا مول پڑے۔ آہستہ آہستہ انہوں نے مجھے پروف ریڈنگ پر لگالیا۔

چنانچہ صدائے محراب کے اکثر خطبوں کی پروف ریڈنگ مجھ سے کرائی۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ میں کالج میں شعبہ علوم اسلامیہ کا طالب علم تھا۔ اسلامی تاریخ وسیرت پر میری بھی نظر تھی۔ اس دور کا ایک اہم واقعہ یہ ہے کہ ان دنوں حضرت ’’قادیانیت کا سیاسی تجزیہ‘‘ نامی کتاب کا مواد جمع ومرتب کرنے میں مصروف رہتے۔ یہ کتاب کوئی پانچ سال میں تیار ہوئی۔ دوسری طرف میں نے ایم.اے علوم اسلامیہ کے آخری سال صاحبزادہ صاحب ؒ اور پروفیسر قاری محمد طاہر صاحب کی مشاورت سے پنجاب یونیورسٹی سے ایک تھیسس (Thesis) منظور کرالیا۔ جس کا عنوان تھا ’’مجاہد ختم نبوت مولانا تاج محمود کی حیات وخدمات‘‘ ۱۹۹۰ء میں اس پر کام شروع کیا تو صاحبزادہ صاحب ؒ میرے لئے وقف ہوکر رہ گئے۔ سیاسی تجزیہ پر کام معطل ہوگیا۔ دفتر ’’لولاک‘‘ میرے دفتر میں تبدیل ہوگیا۔ صاحبزادہ صاحب کے ساتھ میری مصروفیت بہت بڑھ گئی۔ اس سلسلہ میں بہت سی شخصیات اور لائبریریوں سے رابطہ ہوا۔

صاحبزادہ طارق محمود ؒ دراصل شورش کاشمیری ؒ کو پڑھنے اور روزنامہ جنگ کے شفیق مرزا کو سننے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے تھے کہ ۱۹۷۴ء کی آئینی ترمیم کے بعد قادیانیوں کی مذہبی حیثیت ختم ہوچکی ہے۔ اب قادیانی جماعت ایک سیاسی جماعت کے طور پر زندہ ہے۔ لہٰذا اب اس کا سیاسی محاسبہ ہونا چاہئے۔ چنانچہ صاحبزادہ طارق محمود ؒ نے اس پہلو سے قادیانیت کا مطالعہ شروع کیا۔ اس موضوع پر سب سے پہلے مارچ ۱۹۸۶ء میں لاہور میں ایک لیکچر دیا۔ مدیر ’’لولاک‘‘ صاحبزادہ طارق محمود ؒ کو تب اندازہ ہوا کہ اس موضوع پر کتابچہ ناکافی ہے۔ یہ موضوع ایک مکمل کتاب کا متقاضی ہے۔ چنانچہ اس موضوع پر کتاب مرتب کرنے کا فیصلہ ہوا۔ لولاک میں اقساط کی اشاعت روک دی گئی۔ مزید مواد اور حوالہ جات کی تلاش کا کام شروع کردیا گیا۔ انہی دنوں میں نے تھیسس ورک شروع کردیا تو۔ کوئی دوماہ تک مدیر محترم اپنے موضوع پر کام نہ کرسکے۔ جس کا مجھے بخوبی احساس تھا۔ دوم میں مدیر محترم کے ذوق مطالعہ سے شناسا تھا۔ کتنے ہی سالوں کی رفاقت سے مجھے معلوم ہوچکا تھا کہ کون سا حوالہ، کون سا واقعہ، کون سی کتاب اور کیسا مواد مدیر

لولاک کی دلچسپی کا باعث ہوسکتا ہے۔ لہٰذا میری عادت تھی کہ گھر میں یا دفتر میں، سفر میں جہاں بھی مطالعہ کرتا تو مدیر محترم کے ذوق اور دلچسپی کو مدنظر رکھتا تھا۔ جہاں کہیں کوئی کام کی چیز نظر سے گزرتی تو اس کا خلاصہ ان کے گوش گزار کردیتا اور حوالہ ان کے سپرد کردیتا۔

چنانچہ مدیر لولاک کے کام میں میرے مقالہ کی وجہ سے جو تعطل پیدا ہوگیا تھا میں نے اپنے طور پر اس کی تلافی کرنے کی کوشش یوں کی کہ بیت اشرف کی بالائی منزل پر واقع کتب خانہ کو کھنگالنے کے بعد میں نے سرگودھا روڈ پر واقع مولانا عبدالرحیم اشرف مرحوم کے ادارہ تعلیمات اسلامیہ کا رخ کیا۔ وہاں پر جامعہ سے ملحقہ ایک بڑی کوٹھی میں مولانا مرحوم نے ملک بھر سے چھپنے والے اخبارات وجرائد کا بہت بڑا ذخیرہ جمع کر رکھا تھا۔ میں نے قریباً دو سے تین ماہ تک روزانہ سات آٹھ گھنٹے مسلسل اس کتب خانہ میں گزارے اور اپنے ومدیر محترم کے مطلب کے حوالہ جات اکٹھے کئے۔ قریباً پانچ سے سات سال تک کتاب ہذا کے لئے مواد جمع ہوتا رہا۔ ساتھ ساتھ ترتیب وتدوین کا کام بھی ہوتا رہا۔ ۱۳ر اکتوبر ۱۹۹۳ء کو عام انتخابات کے دنوں میں آپ نے اس کتاب کا ابتدائیہ ’’آئینہ دل‘‘ کے نام سے لکھ کر اس کتاب اور اس باب کو مکمل کردیا۔ ۲۱ر جنوری ۱۹۹۴ء کو جنگ کے شفیق مرزا نے اس کتاب کے لئے تقریظ لکھی۔

میں چاہتا تھا کہ مقالہ کے نگران پروفیسر ڈاکٹر قاری محمد طاہر صاحب مقرر ہوں۔ مگر انہوں نے فرمایا کہ میرے ذمہ پہلے ہی مقالے لگ چکے ہیں۔ آپ پروفیسر خالد شبیر صاحب (راہنما مجلس احرار اسلام) کی نگرانی میں مقالہ تحریر کرلیں۔ چنانچہ مقالہ ہذا کے نگران اعلیٰ پروفیسر صاحب موصوف تھے۔ حسن اتفاق ہے کہ مقالہ ہذا کی تین عدد جلدیں میں نے حضرت کو پیش کی تھیں۔ مقالہ کی جلد بندی کے ایام میں حضرت نے مجھے تین صد روپے پیش فرمائے۔ میں نے لینے سے انکار کیا تو حضرت نے اصرار فرمایا کہ رکھ لو۔ یہ ہماری طرف سے حصہ ہوجائے گا۔ میری عدم موجودگی میں یکے بعد دیگرے انہی دنوں محمد حیات صاحب المعروف مولانا کوثر نیازی مرحوم اور جناب محمد متین خالد صاحب تشریف لائے تو حضرت نے بتایا کہ ایک ایک جلد ان کو دے دی تھی۔ مقالہ ہذا کی کتابت دارالمطالعہ ختم نبوت امین پور بازار فیصل آباد میں حضرت کی نگرانی میں ہوئی۔ یہ دارالمطالعہ ان دنوں نیا نیا بنایا گیا تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ اس طرح یہ بھی آباد ہوجائے گا۔ مقالہ ۷۲۸ صفحات پر مشتمل تھا۔ کتابت عظیم تاتاری نے کی۔ مقالہ کی کتابت کی بناء پر ہی حضرت نے بعد میں اسے کاتب لولاک بنالیا تھا۔

قارئین کرام! یہ ۱۹۸۲ء سے ۱۹۹۱ء تک کی منتخب یادیں اختصار کے ساتھ تحریر کی ہیں۔ ۱۹۹۲ء سے ۲۰۰۶ء تک کی یادیں ان شاء اللہ پھر کبھی سہی۔ حضرت صاحبزادہ صاحب ۱۲ر ستمبر ۲۰۰۶ء کو مسجد محمود وبیت محمود کی طرف آتے ہوئے حرکت قلب بند ہونے سے اللہ کو پیارے ہوگئے تھے۔ حضرت مولانا تاج محمود

بھی حرکت قلب بند ہونے سے اللہ کو پیارے ہوئے۔ حضرت مولانا نے آخری کام یہ کیا کہ لولاک کے لئے آخری اداریہ لکھا کہ سیالکوٹ پہنچنے کی تیاری کیجئے۔ اللہ کی شان صاحبزادہ طارق محمود ؒ نے بھی آخری کام اپنی وفات سے چند گھنٹے پہلے یہ کیا کہ ماہنامہ لولاک کے لئے اکبر بگٹی کے حوالہ سے اداریہ سپرد قلم کیا۔ دونوں حضرات کو لولاک اولاد کی طرح عزیز تھا۔

دعا ہے اللہ پاک لولاک کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی دے۔ حضرت مولانا تاج محمود ؒ اور صاحبزادہ طارق محمود ؒ کی دینی خدمات کو قبول فرمائے۔ آپ کی مغفرت فرمائے۔ جنت الفردوس میں درجات بلند فرمائے۔ آمین!

سہ روزہ ختم نبوت کورس علی پور

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت تحصیل علی پور کے زیر اہتمام ۵، ۶، ۷ر اگست بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار بعد نماز مغرب تا عشاء بمقام جامع مسجد کی محلہ فاروقیہ علی پور میں تین روزہ ختم نبوت کورس کا اہتمام کیا گیا۔ کورس کی تیاری میں ضلعی مبلغ مولانا قاضی عبدالخالق، مولانا قاری عبدالجبار قاسمی، مولانا محمد اجود حقانی، مولانا منیر احمد نعمانی و دیگر مقامی علماء کرام نے محنت کی۔ کورس میں مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے ختم نبوت، حیات عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی علیہ الرضوان کے عنوانات پر سبق پڑھائے۔ ان تین دنوں میں علی پور شہر اور اس کے گردونواح کے علاقوں میں درس اور ملاقاتیں ہوئیں۔ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی ۵ر اگست بروز جمعہ پہنچے اور جمعۃ المبارک کا خطبہ جامع مسجد فاروقیہ جتوئی شہر میں ارشاد فرمایا۔ پھر نماز مغرب تا عشاء کورس کا سبق پڑھایا اور رات کا قیام مولانا منیر احمد نعمانی کے مدرسہ تحفیظ القرآن میں ہوا۔ ۶ر اگست بروز ہفتہ صبح کا درس مدرسہ تحفیظ القرآن بعد نماز ظہر جامع مسجد اقصیٰ مڑھی والہ پروگرام ہوا اور بعد نماز عصر مدرسہ جامعہ عبداللہ ابن عباس بستی پیارے والی میں مولانا کا بیان ہوا۔ پھر مغرب تا عشاء کورس کا سبق ہوا۔ بعد نماز عشاء میروالہ کی جامع مسجد میں بیان ہوا۔ رات کا قیام میروالہ میں ہوا۔ ۷ر اگست بروز اتوار صبح کا درس میروالہ کی جامع مسجد میں ہوا۔ پھر بعد نماز ظہر جامع مسجد شاہی سیت پور میں درس ہوا اور بعد نماز عصر جامع مسجد بیت المکرم مولانا لقمان صاحب والی میں درس ہوا اور درس کے بعد مولانا لقمان علی پور کے بیٹوں، پوتوں اور دیگر عزیز و اقارب سے ملاقات ہوئی اور بعد نماز مغرب تا عشاء کورس کا سبق ہوا۔ پھر رات کا قیام مولانا منیر احمد نعمانی کے مدرسہ میں ہوا اور ۸ر اگست بروز اتوار صبح کا درس جامع مسجد تقویٰ علی پور میں ہوا۔ کورس میں روزانہ پورے شہر علی پور تمام ائمہ اور خطباء کرام کے علاوہ کثیر تعداد میں عوام الناس شرکت کرتی رہی۔

ختم نبوت

مولانا کوثر نیازی ؒ

حضور سرورکون ومکانﷺ کی رسالت کا موضوع اس وقت تک تشنہ ہے جب تک یہ واضح نہ ہو جائے کہ حضور نبی کریمﷺ خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں آئے گا۔ یہ وہ اساس ہے جس نے نسل، رنگ اور وطن کے امتیازات کو ختم کر کے خدا اور رسول پر ایمان لانے والوں کو بھائی بھائی بنادیا ہے۔ یہ عقیدہ اس امر کا اعلان ہے کہ خدا کی طرف سے انسانیت کو جو رہنمائی اور ہدایت ملنی تھی وہ مل چکی۔ جن عقائد واعمال سے کفر لازم آتا ہے وہ بتائے جاچکے اور جن خصوصیات سے اہل ایمان کی پہچان ہوتی ہے ان کی صراحت اور وضاحت کر دی گئی۔ آپ کی تعلیمات کے علاوہ اب کسی نئی تعلیم پر ایمان لانا ضروری نہیں اور نہ کسی فرد کے ماننے یا نہ ماننے پر کفر اور اسلام کا دارومدار ہے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ حضورﷺ کے بعد بھی کسی نبی کے آنے کی گنجائش ہے وہ دراصل ہمارے ملی استحکام پر ضرب کاری لگاتا ہے۔ ہماری صفوں میں پراگندگی اور انتشار پیدا کرنا چاہتا ہے اور اس اساس کو ختم کرنے کے درپے ہے۔ جس پر اسلام کا عالمگیر نظریہ اخوت مبنی ہے۔

عقیدۂ ختم نبوت کی یہی وہ اہمیت ہے جس کے پیش نظر ہمارے دین میں اسے اتنا اونچا مقام دیا گیا ہے کہ اگر کوئی آدمی حضورﷺ پر ایمان لائے۔ لیکن آپ کے آخری نبی ہونے کا قائل نہ ہو تو اسلامی معاشرہ میں اور خدا کے حضور، دونوں جگہ، اس کے ایمان اور اسلام کو لائق اعتناء نہیں سمجھا جاتا۔ حضورﷺ کی بعثت کو چودہ صدیاں ہوچکی ہیں۔ لیکن ہر دور اور دور کے ہر حصہ میں مسلمانوں نے ختم نبوت کو اپنے اعتقاد کی جان سمجھا ہے۔ ہمارے سلف تو اس معاملے میں اتنے سخت تھے کہ امام اعظم ابوحنیفہ ؒ کے زمانے میں جب ایک آدمی نے نبوت کا دعویٰ کیا تو حضرت امام نے فتویٰ دیا کہ یہی نہیں کہ مدعی نبوت پر ایمان لانے والا کافر ہے، بلکہ جو شخص اس کاذب سے اس کے نبی ہونے کی دلیل طلب کرے گا وہ بھی کافر ہے۔

خدانخواستہ اگر اسلام دین کامل نہ ہوتا اور دنیا کے ہر حصے میں ترقی پذیر معاشرہ کا ساتھ نہ دے سکتا تو کسی نئے نبی کی ضرورت سمجھ میں آسکتی تھی۔ لیکن جب حضورﷺ پر دین کی تکمیل کر دی گئی۔ جب پروردگار نے ''الیوم اکملت لکم دینکم'' کہہ کر دین کی تکمیل کا فیصلہ صادر کر دیا تو پھر بات ہی ختم ہو جاتی ہے۔ خود آنحضور نبی کریمﷺ نے بھی اپنے خاتم النبیین ہونے کی حقیقت بڑی وضاحت کے ساتھ بیان فرمائی ہے۔ حضورﷺ نے فرمایا: ''میری اور انبیائے سابقین کی مثال ایک محل کی سی ہے جس میں ایک اینٹ کی جگہ

خالی چھوڑ دی گئی ہو۔ لوگ اسے دیکھیں اور تعجب کریں کہ اس محل میں ایک اینٹ کی جگہ کیوں خالی چھوڑ دی گئی ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ اینٹ میں ہوں۔‘‘

متعصب سے متعصب آدمی بھی اس بات کا اعتراف کرنے پر مجبور ہے کہ حضور ﷺ اپنی امت پر بے حد شفیق تھے۔ اتنے شفیق کہ ماں باپ کی شفقت بھی اس کے مقابلے میں ہیچ ہے۔ یہ اسی شفقت کا نتیجہ ہے کہ آپ نے فریضۂ رسالت سے متعلق کسی بات میں ابہام نہیں رہنے دیا۔ ایک ایک چیز کھول کھول کر بیان کی۔ راہ کے سارے پیچ وخم بتائے۔ آنے والے فتنوں کی نشان دہی کی۔ قرب قیامت کی نشانیوں کا ذکر کیا۔ غرضیکہ ہر ایسے معاملے پر روشنی ڈالی کہ جس سے آپ کی امت کو آگے چل کر واسطہ پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو منصب عظیم عطاء فرمایا تھا اس کے تقاضوں کی ادائیگی کے لئے آپ اتنے فکر مند رہتے تھے کہ جب تک حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے ساتھیوں اور پیروکاروں سے یہ اعتراف نہیں کرالیا کہ: ’’ہاں! آپ نے خدا کا پیغام پہنچا دیا ہے اور یہ فریضہ انجام دے دیا ہے۔‘‘

اس وقت تک آپ کا اطمینان نہیں ہوا۔ غور کرنے کی بات ہے کہ جس پاک ہستی نے ماضی، حال اور مستقبل کے بھی ضروری گوشے امت پر اجاگر کر دیئے۔ اگر آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا ہوتا تو اس کی اطلاع دینے میں العیاذ باللہ وہ کوئی کوتاہی برت سکتی تھی؟ آپ سوچیں گے تو آپ کا ایمان گواہی دے گا کہ وہ لوگ جو آپ کے بعد بھی سلسلۂ نبوت کے اجراء کا امکان تسلیم کرتے ہیں۔ دراصل حضور ﷺ پر یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ آپ نے فرائض رسالت ادا نہیں کئے اور یہ وہ صورت ہے جسے کوئی مسلمان بقائمی ہوش وحواس قبول کرنے کے لئے نہیں ہوسکتا۔

قرآن اٹھا کر دیکھئے، کم سے کم سو آیات ایسی مل جائیں گی جن میں کہیں صراحتاً اور کہیں اشارۃً حضور ﷺ کی خاتمیت کو بیان کیا گیا ہے۔ حدیث کو پڑھئے تو ایک سو سے زیادہ اسناد سے ختم نبوت کی حدیثیں ہم تک پہنچی ہیں۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص بعید از قیاس تاویلوں، لغو اور مہمل دلیلوں سے عقیدۂ ختم نبوت سے انکار کرتا ہے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ امت میں انتشار پیدا کر کے دشمنان اسلام کے ہاتھ مضبوط کرنا چاہتا ہے۔ انجیل نے خوب کہا: ’’جھوٹے نبیوں سے خبردار ہو جو تمہارے پاس بھیڑوں کے بھیس میں آتے ہیں، مگر باطن میں پھاڑنے والے بھیڑیے ہیں۔ ان کے پھلوں سے تم انہیں پہچان لوگے کیا جھاڑیوں سے انگور یا اونٹ کٹاروں سے انجیر توڑتے ہیں۔‘‘ (متی باب:۷، آیت:۱۵،۱۶)

عقیدۂ ختم نبوت کے مضمرات یوں تو بے شمار ہیں۔ لیکن ایک دو باتیں ایسی ہیں جو ہر مسلمان کو اس کے فلسفہ اور پیغام کے طور پر دل ودماغ میں جذب کر لینی چاہئیں۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ آخری رسول آجانے کے بعد یہ حقیقت کھل کر سامنے آگئی کہ جس رسول کا عہد رسالت دنیا کے اختتام تک کے لئے مقدر

ہو چکا ہے اس کی امت کا منصب قیادت وامامت بھی قیامت تک کے لئے مسلم ہے۔ رسول آخری رسول ہے تو امت آخری امت۔ اب اس کے بعد کسی اور امت کو برپا کرنے کی ضرورت باقی نہیں ہے۔ یہی اب دنیا کی تمام قوموں کو سیدھا راستہ دکھانے پر مامور ہے اور اسی کو زیب دیتا ہے کہ یہ ’’خاتم اقوام‘‘ ہونے کا تاج شرف وفضیلت سر پر رکھے علامہ اقبال مرحوم نے مثنوی اسرار خودی میں اسی نظریہ خاتمیت کو یوں بیان کیا ہے۔

پس خدا برما شریعت ختم کرد بر رسول ما رسالت ختم کرد
رونق از ما محفل ایام را او رسل را ختم وما اقوام را
خدمت ساقی گری برما گزاشت داد مارا آخریں جامے کہ داشت
لا نبی بعدی زاحسان خدا است پردۂ ناموس دین مصطفےٰ است
قوم را سرمایۂ قوت ازو حفظ سر وحدت ملت ازو
حق تعالیٰ نقش ہر دعویٰ شکست تا ابد اسلام را شیرازہ بست
دل زغیر اللہ مسلمان برکند
نعرۂ لا قوم بعدی می زند

ترجمہ: خدا نے ہمارے رسول ﷺ پر رسالت اور ہم پر شریعت ختم کردی۔ اب بزم کائنات کی رونق ہم سے ہے۔ ہمارے رسول، انبیاء ومرسلین کے خاتم ہیں تو ہم اقوام کے ساقی گری کی خدمت ہمیں تفویض کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں شراب معرفت کا آخری جام عطاء کردیا ہے۔ حضور ﷺ کا یہ ارشاد کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ خدا کے احسانات میں سے ایک عظیم احسان ہے اور دیکھا جائے تو یہ دین مصطفےٰ کے ناموس کا محافظ ہے۔ اسی ارشاد میں وحدت ملت کی حفاظت کا راز مضمر ہے اور مسلمان قوم کی طاقت کا اصل سرمایہ یہی عقیدۂ ختم نبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ابد تک اسلام کی شیرازہ بندی کردی ہے۔ ہر دعویٰ کا نقش باطل کردیا ہے۔ اسی عقیدہ کے تحت مسلمان ماسوا اللہ سے اپنا تعلق توڑ لیتا ہے اور امت مسلمہ کے بعد کوئی امت نہیں کا نعرہ بلند کرتا ہے۔ (بنیادی حقیقتیں)

تھرپارکر میں جماعتی سرگرمیاں

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ۱۴/اگست بروز اتوار بمقام مدرسہ الحق ننگر پارکر میں ختم نبوت زندہ باد پاکستان پائندہ باد کے عنوان سے کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں ضلع میرپور کے مبلغ مولانا محمد علی صدیقی نے خطاب فرمایا۔ خصوصی بیان مولانا قاضی احسان احمد کا ہوا۔ قاضی صاحب نے ’’فتنہ قادیانیت کیا ہے اور ہماری ذمہ داری کیا ہے؟‘‘ کے موضوع پر بیان فرمایا۔ ۱۳/اگست بروز ہفتہ بعد نماز عشاء مدرسہ عثمانیہ اسلام کوٹ میں مولانا قاضی احسان احمد کا بیان ہوا اور تھرپارکر میں لٹریچر بھی تقسیم ہوا۔

قادیانیوں کی تفاسیر کا تنقیدی جائزہ

مولانا اللہ وسایا

الحمد للہ و کفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ . اما بعد!

اللہ رب العزت نے سیدنا آدم علیہ السلام سے سلسلہ نبوت کا آغاز فرمایا۔ کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام دنیا میں تشریف لائے۔ ان سب کے آخر پر رحمت عالم ﷺ کو آخری نبی کے طور پر مبعوث فرمایا۔ ان تمام انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی سے بھی سرفراز فرمایا۔ بعض انبیاء علیہم السلام کو کتابیں بھی دی گئیں۔

پیغمبر اسلام حضرت محمد عربی ﷺ اللہ رب العزت کے آخری نبی ہیں تو آپ ﷺ کی ذات اقدس پر نازل ہونے والی کتاب قرآن مجید بھی اللہ رب العزت کی آسمانی کتابوں میں سے آخری آسمانی کتاب ہے۔ قرآن مجید جہاں آخری کتاب ہے وہاں اس کو ہر قسم کی تحریف لفظی سے بھی حق تعالیٰ نے محفوظ فرمایا ہے اور یہ اس کا اعجاز ہے۔ قرآن مجید لاریب سچی کتاب ہے۔ نیک بخت اور بدنصیب لوگوں کے لئے اس کو معیار قرار دیا۔ فرمایا کہ ”یضلون بہ کثیراً ویھدی بہ کثیرا (القرآن)“ کہ بدنصیب قرآن مجید سے بھی کا راستہ نکال لیں گے اور خوش نصیب قرآن مجید سے حق کی راہ پائیں گے۔

”یضلون بہ کثیرا“ قرآن مجید کو آڑ بنا کر تحریف معنوی اور تاویل باطل سے لوگوں کو راہ حق سے پھیر دینا۔ انہیں گمراہی کے راستہ پر چلانے والوں میں ایک بدنصیب مرزائے قادیان بھی تھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی تاویل فاسد اور تحریف باطل سے وہ گمراہی کا راستہ اختیار کیا کہ گزشتہ صدیوں کے تمام محرفین ومبطلین کو مات کر گیا۔

مثلاً آج تک چودہ صدیوں کے مفسرین کا اس پر اتفاق واجماع ہے کہ قرآن مجید میں بدر کے تذکرہ سے مراد جنگ بدر ہے۔ مگر مرزا قادیانی نے کہا کہ بدر سے بدر کامل یعنی چودھویں صدی مراد ہے اور میں چودھویں صدی کا بدر کامل ہوں۔ اب یہ معنی چودہ صدیوں کے کسی مفسر نے نہیں کئے۔ مرزا قادیانی نے اپنے غلط دعاوی کو بزعم خود ثابت کرنے کے لئے قرآن مجید میں تحریف کرنے میں قطعاً عار محسوس نہ کی۔

مرزا قادیانی نے قرآن مجید سے کھیلنے اور تحریف کے راستہ پر سرپٹ دوڑنے کا اتنا خطرناک کھیل کھیلا کہ اپنے پورے پیروکاروں کو اسی راستہ پر لگا گیا۔ تحریف قرآن مجید کرنے میں ہر قادیانی باون گزا ہے۔

جس نے جو چاہا قرآن مجید کا مفہوم ومعنی بدل دیا اور اس تحریف میں ذرہ برابر لحاظ نہ کیا کہ دنیا کیا کہے گی۔

مثلاً قرآنی آیت ''وبالآخرۃ ھم یوقنون'' کا آج تک تمام مفسرین یہی ترجمہ کرتے آئے کہ آخرت سے مراد قیامت ہے۔حتیٰ کہ مرزا قادیانی، حکیم نورالدین ایسی مہا قادیانی قیادت نے بھی یہی ترجمہ کیا کہ اس سے مراد قیامت ہے۔لیکن قادیانی جماعت کے دوسرے چیف گرو مرزا محمود قادیانی نے کہا کہ اس سے مراد آخری وحی ہے اور وہ مرزا قادیانی کی وحی ہے۔

اب مرزا محمود کے بعد ابھی حال ہی میں اس کے بیٹے مرزا طاہر قادیانی نے ترجمہ کیا۔اس نے بھی آخرت سے مراد قیامت لیا ہے۔گویا اوّل وآخر کے تمام قادیانی ''وبالآخرۃ'' کے قرآنی الفاظ سے مراد قیامت لیتے ہیں۔لیکن مرزا محمود، قرآن مجید میں تحریف معنوی ڈھٹائی سے کرتے ہوئے ذرہ لحاظ محسوس نہیں کرتا اور مرزا قادیانی کی نبوت کو قرآن مجید سے ثابت کرنے پر تلا ہوا ہے۔ چاہے اوّل وآخر کے تمام قادیانی اس کے مردود معنی کو قبول نہ کریں۔لیکن وہ اس تحریف میں ڈٹا ہوا ہے۔ان دو مثالوں سے یہ عرض کرنا مقصود تھا کہ قارئین! احساس فرمائیں کہ کس طرح قادیانیوں نے قرآن مجید کو بازیچہ اطفال بنایا۔جس قادیانی کے منہ جو آیا کہہ دیا۔تحریف میں ذرہ ہچکچاہٹ محسوس نہ کی کہ یکسر چودہ صدیوں کے مفسرین کے راستہ سے علیحدہ راستہ اختیار کیا۔

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ:''میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو اس علم کو حاصل کریں گے جس کے ذریعے حد سے تجاوز کرنے والوں کی تاویل کو، باطل کرنے والوں کے دعویٰ کو اور جاہلوں کی تحریف کو دور کریں گے۔'' (السنن الکبریٰ بیہقی ج۱۰ص۳۵۴، مشکوٰۃ شریف کتاب العلم ص۳۶)

اس حدیث نبوی ﷺ کے مصداق خوش نصیب حضرات میں سے ایک ہمارے انتہائی مکرم ومحترم جناب ڈاکٹر محمد عمران صاحب ہیں۔انہوں نے اس پر بھرپور ریسرچ (Resurch) کی۔وہ ملک بھر میں دیوانہ وار پھرے۔لائبریریوں سے، ان کے منتظمین سے، اپنی گرانقدر ریسرچ کے لئے جو ملا وہ حاصل کیا۔قادیانیوں کی سوسال قبل کی ان نام نہاد تفسیروں کو جمع کرنا جان جوکھوں کا کام تھا۔اس میں بھی وہ کامیاب ہوئے۔پھر ان تمام سے تحریفات کو چن چن کر علیحدہ کیا۔ان کو پھر اہل اسلام کی تفاسیر سے ملایا۔

اہل اسلام اور قادیانی تفاسیر میں جو فرق نظر آیا، وہ واضح کیا۔یوں انہوں نے مرزا قادیانی سے لے کر کفیلہ خاتم تک کے قادیانیوں کی چودہ نام نہاد مفسرین کی تفاسیر پر ریسرچ کی اور چمکتے دمکتے واضح فرق کو نمایاں طور پر اس کتاب میں پیش کیا کہ جہاں کہیں سے آپ دیکھیں گے قادیانی ایک ایک تحریف آپ کے سامنے آجائے گی۔اس کتاب میں:

۱......	مرزا قادیانی کی	۵۵	تحریفات
۲......	حکیم نورالدین بھیروی کی	۲۰	// //
۳......	مولوی میر محمد سعید کی	۳۳	// //
۴......	مولوی غلام حسن نیازی کی	۲۷	// //
۵......	ڈاکٹر بشارت احمد کی	۱۱	// //
۶......	محمد علی لاہوری کی	۲۳	// //
۷......	مرزا بشیرالدین محمود احمد کی	۷۳	// //
۸......	مولوی عبداللطیف بہاولپوری کی	۱۲	// //
۹......	ملک غلام فرید کی	۱۱	// //
۱۰......	شیخ عبدالرحمن مصری کی	۰۱	// //
۱۱......	پیر صلاح الدین کی	۰۸	// //
۱۲......	مرزا طاہر احمد کی	۱۵	// //
۱۳......	پیر معین الدین کی	۱۹	// //
۱۴......	کفیلہ خانم کی	۱۸	// //

باطل گروہ قادیانی جماعت کی جہالت آمیز تحریفات قرآنی کو اس کتاب میں اتنا جمع کیا گیا ہے۔ اتنا ردقادیانیت کے لٹریچر میں اس عنوان پر پہلے کہیں مواد موجود نہیں تھا، جتنا اس کتاب میں آپ کو ملے گا۔ مجھے جہاں انتہائی تأسف ہے کہ میں اس کتاب کو پورے طور پر نہیں پڑھ پایا۔ اتنی زیادہ تسلی ہے کہ ہمارے حضرت مولانا غلام رسول صاحب دین پوری نے اس کتاب کو مکمل پڑھا ہے۔ ان شاء اللہ! یہ جامع چیز اس عنوان پر آج تک امت کی تحقیقات کا نچوڑ اور آئینہ ہے۔ قادیانی لوگوں نے قرآن مجید میں کیا تحریف معنوی کی؟ اس کا جواب یہ کتاب ہے۔ پڑھئے کہ پڑھنے کی چیز ہے۔ حق تعالیٰ ہم سب کو اس سے فائدہ اٹھانے اور قادیانی فتنہ سے باخبر رہنے کی توفیق رفیق فرمائیں۔ آمین!

خوشی ہے کہ یہ گرانقدر سرمایہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت شائع کر رہی ہے۔

والسلام!

محتاج دعا:

(فقیر) اللہ وسایا، ملتان

۱۷ رمضان ۱۴۳۷ھ، بمطابق ۲۳ جون ۲۰۱۶ء

تبصرہ کتب

تبصرہ کے لئے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے ...... ادارہ

تحریک ختم نبوت منزل بمنزل جلد سوم: ترتیب وتبویب: مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی:

صفحات:۴۴۸: قیمت:۴۰۰: ناشر: قاضی احسان احمد اکیڈمی مدرسہ تعلیم القرآن صدیقیہ بستی مٹھو شجاع آباد ملتان!

زیر نظر کتاب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم تبلیغ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کی تازہ ترین تصنیف ہے۔ جسے درج ذیل ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے: ☆...... مجلس احرار اسلام قادیانیت کے تعاقب میں، ☆...... قادیان میں احرار کا داخلہ اسباب وعوامل، ☆...... مسجد شہید گنج کا انہدام اور قادیانی سازشیں، ☆...... تحریک آزادی اور ختم نبوت میں جمعیت علمائے ہند کا کردار، ☆...... تحریک پاکستان اور قادیانی، ☆...... فرقان بٹالین کا قیام، ☆...... قادیانیت قیام پاکستان کے بعد، ☆...... علمائے کرام حیات وخدمات، ☆...... مرشد الاحرار حضرت رائے پوری ؒ، ☆...... خانقاہ سراجیہ کے جانشین مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی ؒ، ☆...... مولانا محمد چراغ اور قادیانیت کا تعاقب، ☆...... رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی ؒ، ☆...... مفکر احرار چوہدری افضل حق ؒ، ☆...... مولانا مفتی محمد حسن امرتسری ؒ، ☆...... سحبان الہند مولانا احمد سعید دہلوی ؒ، ☆...... مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی ؒ، ☆...... مولانا محمد صادق کھڈو کراچی جیسے عنوانات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تمام دفاتر سے دستیاب ہے۔ نیز چناب نگر کانفرنس میں تحریک ختم نبوت منزل بہ منزل تین جلدوں کا سیٹ پانچ سو روپے میں حاصل کریں۔

کعبہ میرے آگے: مؤلف: مولانا عبدالقیوم حقانی: صفحات:۳۱۶: قیمت: درج نہیں: ناشر:

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد، نوشہرہ خیبر پختونخوا!

حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب حقانی کی خوش نصیبی پر قربان جائیں کہ ۱۹۸۵ء سے تاہنوز مسلسل حرمین شریفین کے آپ کے حج وعمرہ کے اسفار ہو رہے ہیں۔ حرمین شریفین کی حاضریوں پر تسلسل کے ساتھ جو قلب وجگر پر انعامات الٰہی کا ورود ہوا، آپ نے ان سب کو اس کتاب میں جمع کر دیا ہے۔ یوں یہ کتاب سفر نامے، دلچسپ مناظر، مشاہدات اور انوارات حرمین شریفین کی علمی، ادبی تاریخ مرتب ہوگئی ہے۔ ایک ایسی جامع اس عنوان پر کتاب کہ جسے بس پڑھتے ہی جائیں اور وہ مناظر آپ کی آنکھوں کے سامنے مناظر کی طرح گزرتے جائیں۔ پڑھیں کہ اس کا پڑھنا ایمان کو جلاء بخشے گا۔

جماعتی سرگرمیاں

ادارہ

ختم نبوت کانفرنس ایبٹ آباد

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ایبٹ آباد کے زیر اہتمام سالانہ ختم نبوت کانفرنس ۲۱ راگست بروز اتوار کو منعقد ہوئی۔ کانفرنس سے قبل کئی دن تک مختلف مساجد میں مختلف علماء کرام کے بیانات ہوتے رہے جن میں مفتی عبدالواجد، مفتی خالد، مولانا احتشام، مولانا محمد صدیق اور مفتی زین العابدین شاہ شامل ہیں۔

۱۸ راگست بروز جمعرات کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مرکزی مبلغین قاضی احسان احمد کراچی، مفتی محمد راشد مدنی رحیم یار خان سے ایبٹ آباد تشریف لائے۔ اسی شب قاضی احسان احمد نے داتہ اور مفتی محمد راشد مدنی نے سرسید کالونی میں عوام الناس سے خطاب فرمایا۔

۱۹ راگست کو قاضی احسان احمد نے دھمتوڑ جبکہ مفتی محمد راشد مدنی نے قلندر آباد میں جمعۃ المبارک کے اجتماعات سے خطبات فرمائے۔ بعد نماز مغرب قاضی احسان نے ملک پورہ اور مفتی محمد راشد مدنی نے حویلیاں کی عوام سے خطاب کیا۔

۲۰ راگست بروز ہفتہ کو قاضی احسان کا جامعہ ابوبکر حویلیاں میں جبکہ مفتی راشد کا جامعہ ابوحنیفہ حویلیاں میں خطاب ہوا۔ اسی روز سہ پہر پی سی ہوٹل ایبٹ آباد میں مجلس ایبٹ آباد کی طرف سے عمائدین شہر کے اعزاز میں عصرانہ کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں شہر بھر کے علماء، وکلاء، تاجر برادری، صحافی، ڈاکٹرز، پروفیسرز اور دیگر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے نمایاں افراد نے شرکت کی۔ ان خاص حضرات سے ہر دو مبلغین کے علاوہ مولانا اللہ وسایا نے خطاب فرمایا۔ عصرانہ کے بعد مفتی راشد مدنی نے جامعہ الزیتون کے طلباء سے بیان فرمایا۔ اسی شب قاضی شاہد اقبال نے مہمانان گرامی، علماء اور کارکنان کو عشائیہ دیا۔

۲۱ راگست بروز اتوار کو قاضی احسان احمد نے بلال مسجد کاکول روڈ کے مدرسے میں جبکہ مفتی راشد مدنی نے مدرسہ علوم الصدیقیہ میں طلباء سے بیان فرمایا۔ بعد نماز ظہر مرکزی جامع مسجد ایبٹ آباد میں سالانہ عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس کی صدارت مولانا شفیق الرحمن نے کی۔ نقابت کے فرائض محمد ساجد اعوان نے سرانجام دیئے۔ سید محمد علی اور سید احمد علی کی تلاوت کے بعد انعام اللہ خان اور حافظ جنید مصطفیٰ نے ہدیہ نعت پیش کیا۔ بعد ازاں کانفرنس سے مولانا قاضی ہارون الرشید، مفتی محمد راشد مدنی رحیم یار خان، قاضی احسان احمد کراچی کے ولولہ انگیز خطابات ہوئے۔ مولانا اللہ وسایا کی آمد پر نعرہ تکبیر کی صداؤں سے ان کا

پرتپاک استقبال ہوا۔ مولانا نے اپنے تفصیلی خطاب میں فتنہ قادیانیت کے حوالے سے امت کی ذمہ داریوں پر بحث کی اور تمام سامعین سے ختم نبوت کے مشن پر سب کچھ قربان کرنے کا عزم لیا۔

مولانا اللہ وسایا کا ایک روزہ دورہ گوجرانوالہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما مولانا اللہ وسایا صاحب کا ۱۱ر اگست بروز جمعرات بعد نماز مغرب مرکزی مسجد سٹلائٹ ٹاؤن میں درس قرآن ہوا۔ عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت وفضیلت وقادیانی سازشوں سے عوام الناس کو آگاہ کیا۔ بعدازاں جناب صاحبزادہ خلیل احمد تشریف لائے تو حضرت نے بیعت اور دعا کرائی۔ میزبان مولانا داؤد احمد، قاری محمود الرشید تھے۔

بعد نماز عشاء جامع مسجد ابوایوب انصاری ککنگی والہ میں مولانا اللہ وسایا نے ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کی اور تاریخی خطاب ختم نبوت کے حوالے سے فرمایا۔ بعدازاں جناب صاحبزادہ خلیل احمد تشریف لائے اور دعا کرائی۔ مولانا فقیر اللہ اختر، مولانا مفتی غلام نبی، مولانا محمد یوسف، مولانا فرقان، مولانا قاسم اور مولانا محمد عارف کے بیانات ہوئے۔

مولانا محمد حسین ناصر کو صدمہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سکھر کے مبلغ مولانا محمد حسین ناصر کے برادر نسبتی اور جناب محمد حبیب کے فرزند ارجمند جناب مولانا محمد ارشد ۶ر ستمبر ۲۰۱۶ء بروز منگل کی صبح موٹرسائیکل پر جاتے ہوئے روڈ ایکسیڈنٹ میں شدید زخمی ہوئے۔ جنہیں ایمرجنسی نشتر ہسپتال ملتان پہنچایا گیا۔ نشتر ہسپتال کے ایمرجنسی وارڈ میں زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے تقریباً دن ایک بجے انتقال کرگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

مرحوم نیک، صالح اور صوم صلوٰۃ کے پابند تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیراہتمام مدرسہ عربیہ چناب نگر میں قرآن پاک حفظ کیا۔ درس نظامی کے ابتدائی درجات جامعہ اشرفیہ مانکوٹ میں پڑھے۔ جبکہ دورہ حدیث شریف جامعہ اسلامیہ امدادیہ چنیوٹ سے کیا۔ فراغت کے بعد کچھ عرصہ جامعہ اسلامیہ امدادیہ چنیوٹ میں تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان کے زیراہتمام ہونے والے سہ ماہی مبلغین کورس میں بھی حصہ لیا۔

اب اپنے علاقہ چک نمبر۱۳۶/۱۰ آر خانیوال کے قریب ایک بنات کے مدرسہ میں تدریسی خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ چند ماہ پہلے شادی ہوئی تھی۔ قدرت کو اتنا عرصہ ہی ان کی زندگی منظور تھی۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔ آمین!

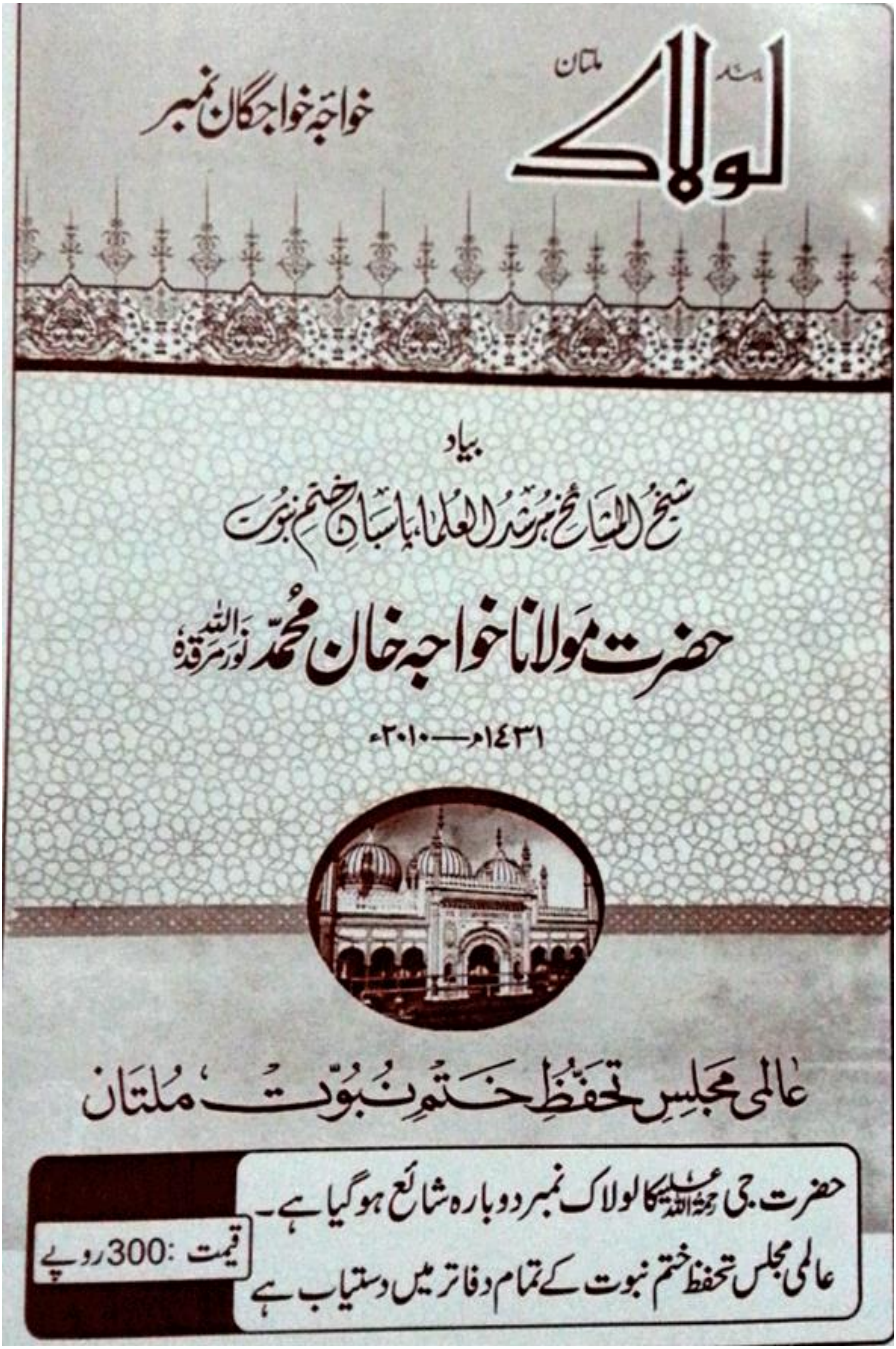
لولاک
ملتان
خواجۂ خواجگان نمبر
بیاد
شیخ المشائخ مرشد العلماء پاسبانِ ختم نبوت
حضرت مولانا خواجہ خان محمد نوراللہ مرقدہ
۱۴۳۱ھ — ۲۰۱۰ء
عالمی مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوت ملتان
حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کا لولاک نمبر دوبارہ شائع ہو گیا ہے۔
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تمام دفاتر میں دستیاب ہے
قیمت :300 روپے

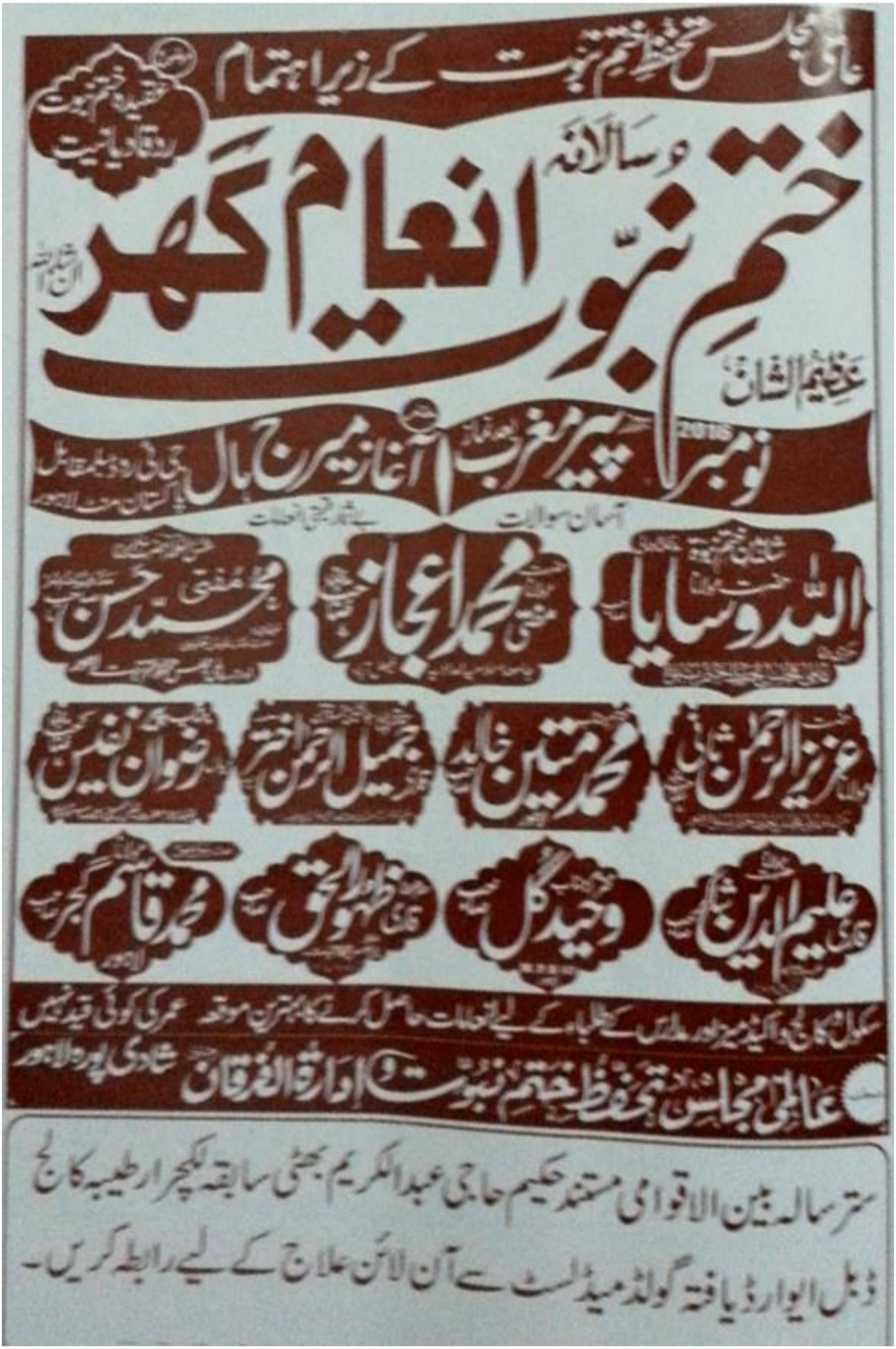

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام
عقیدہ ختم نبوت ردّ قادیانیت
سالانہ
ختم نبوت انعام گھر
عظیم الشان
ان شاء اللہ
نومبر 2016 پیر بعد نماز مغرب آغاز میرج ہال
آسان سوالات
بے شمار قیمتی انعامات
اللہ وسایا
محمد اعجاز
مفتی محمد مستند حسن
عزیز الرحمٰن ثانی
محمد متین خالد
جمیل الرحمٰن اختر
رضوان نفیس
علیم الدین شاکر
وحید گل
ظہور الحق
محمد قاسم گجر
سکول کالج اکیڈمیز اور مدارس کے طلباء کے لیے انعامات حاصل کرنے کا بہترین موقع عمر کی کوئی قید نہیں
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت و ادارۃ الفرقان
ستر سالہ بین الاقوامی مستند حکیم حاجی عبدالکریم بھٹی سابقہ لیکچرار طیبہ کالج
ڈبل ایوارڈ یافتہ گولڈ میڈلسٹ سے آن لائن علاج کے لیے رابطہ کریں۔

35 واں سالانہ دو روزہ عظیم الشان

ختمِ نبوۃ کانفرنس

تزک و احتشام کے ساتھ منعقد ہو رہی ہے

ان شاء اللہ

بمقام مسلم کالونی چناب نگر

27، 28 اکتوبر 2016 جمعرات جمعۃ المبارک

حضرت مولانا خواجہ عزیز احمد

حضرت مولانا عبدالرزاق اسکندر صاحب

حضرت مولانا محمد ناصر الدین خان خاکوانی

عنوانات

توحید باری تعالیٰ — سیرت خاتم الانبیاء — عقیدہ ختم نبوۃ — حیات عیسیٰ

عظمت صحابہ و اہل بیت — اتحاد امت — ظہور مہدی

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

چناب نگر ضلع چنیوٹ

0300-6304277
0300-6347103
0321-4220552